مدیرِ اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

277

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

محدث

فروری ۲۰۰۴ء

۲ بسنت اور ثقافتی لبرل ازم!
۴۲ قربانی کے اَحکام ومسائل
۶۹ مقبوضہ عراق میں مشنری سرگرمیاں

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

ماہنامہ محدث لاہور

شمارہ: 343 جلد 43/ عدد 2 فروری 2011ء صفر المظفر ۱۴۳۲ھ

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیرِ اعلیٰ: حافظ عبد الرحمٰن مدنی مُدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا - کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہو رہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیرِ بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے زرِ سالانہ: ۲۰۰روپے بیرون ملک: ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔ ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 042 - 3586639 / 35866476 موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __ www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

☜ عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

☜ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

☜ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

☜ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

☜ آئین وسیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

☜ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!

کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

ملّت اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ

مُحدِّث

لاہور

حافظ عبدالرحمٰن مدنی
مدیر اعلیٰ

حافظ حسن مدنی
مدیر

جلد ۳۶ رشمارہ ۲
ذي الحجة ١٤٢٤ھ
فروری ۲۰۰۴ء

فہرست مضامین

فِکر و نظر

بسنت اور ثقافتی لبرل ازم — محمد عطاء اللہ صدیقی — ۲

غیرتِ قومی اور امریکہ! — عرفان صدیقی — ۲۸

شعائر اسلام

عید الاضحیٰ کا پیغام؛ مسلمانانِ عالم کے نام — محمد رمضان سلفی — ۳۱

مقاصدِ حج اور اُمتِ مسلمہ کا قیام — مولانا ابوالکلام آزاد — ۳۴

مقالات

قربانی کے اَحکام ومسائل — عمران ایوب لاہوری — ۴۲

حضرت عائشہ صدیقہؓ؛ خواتین کیلئے اُسوہ — پروفیسر خالدہ امجد — ۶۲

اسلام اور عیسائیت

امریکی منصوبے، مقبوضہ عراق میں مشنری سرگرمیاں — محمد اسلم صدیق — ۶۹

زر سالانہ ۲۰۰ روپے
فی شمارہ ۲۰ روپے

بیرون ممالک
زر سالانہ ۲۰ ڈالر
فی شمارہ ۲ ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 984
UBL - Model Town Crossing, Lahore

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700

Ph: 5866476, 5866396, 5839404
Email: hhasan@wol.net.pk

محدث کتاب وسنت کی روشنی میں آزادانہ بحث وتحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلّی اتفاق ضروری نہیں!

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

Publisher: Hafiz Abdul Rahman Madani
Printer: Shirkat Printing Press, Lahore

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکر ونظر

بسنت اور ثقافتی لبرل ازم

ثقافت اور کلچر کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ وہ زندگی کی روحانی، فکری، مذہبی اور اخلاقی قدروں کی مجسم تصویر کا نام ہے۔ سچائی، حسن، خیر محض، انصاف اور محبت اِسی کلچر کی کرنیں ہیں۔ ثقافت نام ہے ایک طرزِ فکر، تخلیقی روایت اور طرزِ معاشرت کا، جس میں زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ راست بازی، نگاہ کی بلندی اور کردار کی پاکیزگی قرار پاتی ہے۔[①]

دنیا کے بڑے بڑے فلسفیوں، پیغمبروں اور دانشوروں کا کہنا ہے کہ بلند قدروں کا بنیادی سر چشمہ خدا کی ذات ہے جو تمام چیزوں کا پیمانہ ہے: God is the measure of all things اس کی وجہ یہ ہے اگر آدمی کا رشتہ خدا سے ٹوٹ جائے تو پھر وہ تخیل کی دنیا میں پرواز کرتا ہوا حقائق اور انسانیت سے تغافل بھی برت سکتا ہے۔[②]

انیسویں صدی کے معروف انگریز شاعر اور فلسفی میتھو آرنلڈ نے ثقافت کے فکری پہلو کو اُجاگر کرتے ہوئے کہا تھا: "Culture is the creation of the best minds"

یعنی ''ثقافت بہترین اذہان کی تخلیق کا نام ہے۔''

پروفیسر کرار حسین لکھتے ہیں:

''کلچر ایک ملغوبہ ہے، مذہب + ہسٹری + جغرافیہ کا۔ ہندوؤں کے کلچر اور ہمارے کلچر میں صرف جغرافیہ دونوں طرف ہے۔ ہسٹری اور مذہب ہمیں جدا کرتے ہیں''۔[③]

معروف جرمن مؤرخ و فلسفی اسوالڈ سپنگلر کا کہنا ہے کہ

''ثقافت (کلچر) مافوق الطبیعات اَفکار پر یقین رکھنے کا نام ہے جن کے لئے انسان اپنی جان بھی دے سکتا ہے۔''

نامور مصری ادیب ڈاکٹر طہٰ حسین کے بقول:

---

① پاکستان کا ثقافتی ورثہ از شیخ محمد اکرام، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ص ۵

② ہمارا ثقافتی ورثہ از ڈاکٹر رشید احمد جالندھری

③ پی ٹی وی لیکچر، نقل کردہ...... 'روشنی چراغوں کی' از صادق نسیم

www.KitaboSunnat.com

''کلچر یا ادب ایک بلند قدر ہے جو کسی نظریہ کی آلہ کار نہیں بنتی۔''

ڈاکٹر رشید جالندھری صاحب کا یہ کہنا بھی درست ہے کہ

''کلچر کا تعلق اپنی سرزمین، مقامی رہن سہن، رسم ورواج اور زبان وادب سے بھی ہوتا ہے۔''

جو لوگ کلچر کو محض رقص وسرود تک محدود سمجھتے ہیں اور جن کا تخیل کلچر کے متعلق طوائف کے کوٹھے کے حدودِ اربعہ کے باہر سوچنے سے قاصر ہے، ان کے لئے کلچر کا مندرجہ بالا سطور میں پیش کردہ تصور شاید قابل فہم نہ ہو۔ ایسے افراد جو ہر طرح کے لہوولعب اور خرافات کو قومی کلچر بنا کر پیش کرتے ہیں، ممکن ہے ان کے اَذہان بھی کلچر کے اس ارفع تصور کو قبول کرنے میں تامل محسوس کریں، مگر حقیقت یہ ہے کہ کلچر کا حقیقی تصور یہی ہے جس کا خلاصہ اس مضمون کی تمہید کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

تہوار ایک ایسا موقع ہے جو کسی خاص حوالہ کے ساتھ کسی مذہب کے پیروکار اپنے کیلنڈر کے مطابق ہر سال مناتے ہیں۔ یہ حوالہ کسی تاریخی واقعہ کی یاد میں ہوسکتا ہے، اور کوئی مذہبی فریضہ اس کی شکل میں ممکن ہوسکتا ہے، لیکن ایک حقیقت جو کہ ہر جگہ درست نظر آئے گی وہ یہ ہے کہ تہوار ایک تاریخی عمل کی حیثیت سے مذہب اور مذہب کے پیروکاروں کے لیے یگانگت اور مذہبی وحدت کی بہت عظیم بنیاد ہے اور تاریخی طور پر ہمیشہ زندہ رہنے والی مثال ہے۔ عمومی طور پر مذہب سے منسلک تہوار معاشرتی رنگ میں ڈوب کر بھی واضح رہتے ہیں۔ ④

تہوار منانے کے طریقے مختلف اقوام میں مختلف ہوتے ہیں۔ ہندوؤں میں تہوار منانے کے خاص طریقے ہیں۔ ہندوؤں کے تہواروں کے نام تو وہی ہیں لیکن ان کے طریقے بدل گئے ہیں۔ بعض تہواروں کے منانے کے طریقے میں برائے نام فرق کردیا گیا ہے اور بعض کو مذہبی اُمور میں بہ تغیر نام شامل کردیا گیا ہے۔ ⑤

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

''تہوار منانے کے طریقے دنیا کی مختلف قوموں میں بے شمار ہیں۔ کچھ میں صرف کھیل کود اور راگ رنگ اور لطف وتفریح تک ہی تہوار محدود رہتا ہے۔ کہیں تفریحات تہذیب کی حد سے گزر کر فسق وفجور اور ناشائستگی کی حد تک پہنچ جاتی ہیں۔ کہیں مہذب تفریحات کے ساتھ کچھ سنجیدہ مراسم بھی ادا کیے جاتے ہیں۔ اور کہیں ان اجتماعی تقریبات سے فائدہ اُٹھا کر لوگوں میں اعلیٰ درجہ کی روح پھونکنے اور کسی بلند نصب العین کے ساتھ محبت اور گرویدگی پیدا کرنے

④ و ⑥ نشری تقریریں از ابوالاعلیٰ مودودیؒ، ص ۸۵ ⑤ رسومِ دہلی از سید احمد دہلوی، مترجم سید یوسف، ص

www.KitaboSunnat.com

کی کوشش کی جاتی ہے۔غرض ہر ایک قوم کا تہوار منانے کا طریقہ گویا ایک پیمانہ ہے جس سے آپ اس کے مزاج اور اس کے حوصلوں اور اُمنگوں کو اعلانیہ ناپ کر دیکھ سکتے ہیں۔ جتنی بلند روح کسی قوم میں ہوگی، اتنے ہی اس کے تہوار اخلاقی اعتبار سے مہذب اور پاکیزہ ہوں گے۔ اس طرح اخلاقی اعتبار سے کوئی قوم جتنی پست ہوگی وہ اپنے تہواروں میں اتنے ہی مکروہ مناظر پیش کرے گی۔''[6]

اسلامی تہوار ایک عجیب ثقافت، شان، شائستگی اور اخلاقی بلندی کے حامل ہوتے ہیں۔اس میں نہ لہو ولعب ہوتا ہے، نہ گھٹیا تفریحات۔ان کا بنیادی نصب العین ملتِ اسلامیہ میں اتحاد، بھائی چارہ، محبت اور یگانگی پیدا کرنا اور پاکیزہ اطوار دینا ہے۔

بسنت اور آزادروی

ہمارے ہاں دانشوروں کا ایک مخصوص طبقہ بسنت کو 'ثقافتی تہوار' کا نام دیتا ہے۔مگر گذشتہ چند برسوں سے 'بسنت' کے نام پر جو کچھ کیا جارہا ہے، اسے زندگی کی روحانی، فکری اور اخلاقی قدروں کی مجسم تصویر نہیں بلکہ 'تذلیل' کہا جانا چاہئے۔

بسنت کے موقع پر جس طرح کی 'ثقافت' کا بھرپور مظاہرہ کیا جاتا ہے، کوئی بھی سلیم الطبع انسان اسے 'بہترین اذہان کی تخلیق' نہیں کہہ سکتا۔

بسنت ایک ایسے طرزِ معاشرت کو پروان چڑھانے کا باعث بن رہا ہے جس میں کردار کی پاکیزگی کی بجائے لہوولعب سے شغف، اوباشی اور بے حیائی کا عنصر بے حد نمایاں ہے۔

گذشتہ چند برسوں سے بسنت کو زبردستی لاہور کے ایک ثقافتی تہوار کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ تاریخی طور پر بسنت ایک ہندووانہ تہوار ہی تھا مگر جو رنگ رلیاں، ہلڑ بازی، ہاؤ ہو، لچرپن، بے ہودگی، ہوسنا کی، نمود ونمائش اور مادّہ پرستانہ صارفیت بسنت کے نام نہاد تہوار میں شامل کردی گئی ہے، اس کا تاریخ سے کوئی تعلق ہے، نہ اہل پاکستان کی ثقافت اسے کبھی گوارا کرسکتی ہے۔ یہ بالکل نئی شروعات ہیں جنہیں تفریح و ثقافت کے نام پر پاکستان میں متعارف کرایا جارہا ہے۔ لاہوری بسنت کا اہم ترین مظاہرہ 'بسنت نائٹ' کو دیکھنے میں آتا ہے۔ بسنت نائٹ جسے 'شب عشرت' کہنا زیادہ مناسب ہے، پندرہ بیس سال پہلے اس کا وجود تک نہ تھا اور آج اس کے بغیر شاید بسنت کا سارا فیسٹیول 'پھیکا اور بے مزہ' نظر آئے۔

بسنتی تماش بینوں کے لئے 'بسنت نائٹ' ہی سب سے پرکشش اور ان کی ہوسنا کی کی

www.KitaboSunnat.com

تسکین کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ ۲۰۰۰ء سے سرکاری سرپرستی نے اس ہوش ربا شبِ عشرت کے رنگِ حنا کو اور بھی چمکا دیا ہے۔ بسنتی پروانے شبِ بسنت کو تابناک شمع سمجھ کر اس پر ایسے جھپٹتے ہیں کہ اہالیانِ لاہور کی زندگیاں اجیرن بنا دیتے ہیں۔ لاہور کی سڑکوں پر ٹریفک کا اتنا بڑا اژدہام کبھی نظر نہیں آتا۔ دور و دراز سے بسنتی پروانے شبِ بسنت کی بھیگی منور زلفوں کے معمولی لمس کی حسرت دلوں میں لئے دیوانہ وار لاہور پر ٹوٹ پڑتے ہیں، اندرونِ لاہور ہوٹلوں، بڑے پلازوں اور بعض زندہ دلانِ لاہور کے مکانات کی چھتیں بسنت نائٹ کو طوائف کے کوٹھے اور انگریز دور کے جمخانہ جیسے میکدے سے زیادہ بارونق نظر آتے ہیں۔

بسنت نائٹ کو بازاری عورتیں جسم فروشی سے چاندی بناتی ہیں تو لاہور یے ملٹی نیشنل کمپنیوں اور بڑے تاجروں کو اپنے مکانات کی چھتیں کرائے پر دے کر ایک ہی رات میں لاکھوں کی کمائی کرتے ہیں۔ کئی کئی ہفتے پہلے ان چھتوں کے سودے ہوجاتے ہیں۔ اندرونِ لاہور کی چھتیں بسنت نائٹ منانے کے لئے پچاس ہزار سے لے کر ۱۰ لاکھ تک بک کی جاتی ہیں۔ ان چھتوں پر صرف لذتِ کام و دہن کا ہی اہتمام نہیں ہوتا، ذوقِ سماعت کے لئے راگ رنگ اور ہوس ناک نگاہوں کی تسکین کا بھی پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ شراب و کباب، موسیقی، پری زاد چہرے، رقص، جلوے؛ غرض کیا کچھ نہیں ہوتا۔ بسنت نائٹ، شبِ غنا اور شبِ گناہ کا بہت ہی کریہہ منظر پیش کرتی ہے۔

لاہور شہر کے ہوٹلوں کی چھتیں ہی نہیں، کمرے بھی بسنتی ذوق کے مطابق آراستہ کئے جاتے ہیں۔ شام ڈھلتے ہی ان چھتوں پر راگ رنگ، ناؤ ونوش، موسیقی اور پتنگ بازی شروع ہوجاتی ہے۔ ایسی محفلوں میں شراب پانی کی طرح چلتی ہے۔ بسنت نائٹ پر ان ہوٹلوں میں کمروں کے نرخ چار پانچ گنا بڑھ جاتے ہیں۔ باذوق تماش بین ایسے ہوٹلوں میں اپنی چاہت کے کمروں میں قیام کے لئے لاکھوں روپے خرچ کرنے سے بھی پس و پیش نہیں کرتے۔ ان ہوٹلوں کی راہداریوں میں جا بجا نشے میں دھت جوڑے جھولتے لڑکھڑاتے نظر آتے ہیں۔ لاہور شہر میں جنسی بے راہ روی کتنی ہے، اور بازاری عورتوں کے لاؤلشکر کس قدر زیادہ ہیں، اس کا اندازہ اگر کوئی کرنا چاہے تو بسنت نائٹ سے زیادہ موزوں شاید کوئی دوسرا موقع نہ ہو۔

www.KitaboSunnat.com

بسنت اور ملٹی نیشنل کمپنیاں

بسنت کے موقع پر مال روڈ، جیل روڈ، گلبرگ بلیووارڈ، فیروز پور روڈ اور دیگر اہم شاہرات پتنگوں کی شکل کے بورڈوں اور اشتہارات سے مزین کردی جاتی ہیں۔ان شاہراہوں پر سفر کرنے والے کی نگاہیں ان پتنگوں سے چھٹکارا نہیں پاسکتی۔ ٹیلی ویژن اور اخبارات بھی ایسے اشتہارات اور بسنتی پروگراموں کو بھرپور کوریج دیتے ہیں۔ پی ایچ اے اور دیگر سرکاری اداروں کے تعاون سے بڑے زبردست 'ثقافتی' پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں۔شاہی قلعہ،حمام، ریس کورس اور دیگر مقامات پر رنگا رنگ تقریبات کی جاتی ہیں جن پر لاکھوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سرکاری ادارے اپنے بجٹ سے یہ رقم خرچ نہیں کرتے بلکہ ملٹی نیشنل کمپنیاں اور کاروباری ادارے یہ پروگرام سپانسر کرتے ہیں۔ ۲۰۰۳ء میں بسنت کے موقع پر کوکا کولا نے ۴۵ لاکھ روپے اور پیپسی کولا نے ۳۵ لاکھ روپے کی خطیر رقم اس طرح کے پروگرام اور شاہراہوں کو سجانے کے لئے عطیات کے طور پر دی۔ یہ وہ اعداد وشمار ہیں جو پی ایچ اے نے صوبائی اسمبلی کے ایک معزز رکن کے سوال کے جواب میں دیئے۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کثیر القومی تجارتی ادارے پاکستان کے ایک نام نہاد ثقافتی تہوار کی رونق کو دوبالا کرنے کے لئے اس قدر فیاضی اور سخاوت کا مظاہرہ کیوں کرتے ہیں؟ اس کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ انہیں ہماری ثقافت سے کوئی دلچسپی نہیں، درحقیقت وہ ایک ایسی ثقافت کو فروغ دینا چاہتے ہیں جو اُن کی تجارت کو پروان چڑھا سکے۔

مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے اُصولوں کو فروغ دینے والی یہ کمپنیاں تجارت کے ساتھ ساتھ ثقافتی لبرل ازم کا ایجنڈا بھی رکھتی ہیں۔ان کا کاروبار مغربی کلچر کو پروان چڑھائے بغیر فروغ نہیں پاسکتا۔ یورپ اور امریکہ میں ان یہودی تاجراداروں نے پہلے ایک مخصوص لبرل کلچر کو ترقی دی، بعد میں اس موزوں کلچر کی وجہ سے ان کا کاروبار خوب چمکا۔آج صورت یہ ہے کہ امریکہ میں پیاس بجھانے کے لئے شاید ہی کوئی امریکی سادہ پانی کا گلاس پیئے۔کوکا کولا اور اس طرح کے مشروب ہی ان کے لئے پانی کی جگہ لے چکے ہیں۔ پاکستان میں بھی حالیہ برسوں میں ان مغربی مشروبات کی کھپت میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔

مغربی سرمایہ دارانہ نظام نے جس صارفیت کو جنم دیا ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو خاندانی ماحول سے نکال کر بازار اور منڈی کے مخلوط ماحول میں لاکھڑا کیا جائے جس میں لہوولعب، فارغ البالی اور جنسی بے راہ روی کو بنیادی حیثیت حاصل ہو۔ امریکی تھنک ٹینک ان ملٹی نیشنل اداروں کو ثقافتی ایجنڈا بھی سونپتے ہیں۔ ترقی پذیر ممالک کے کلچر کو مغربی کلچر کے مطابق ڈھالنا ان کے اس ایجنڈے کا اہم نکتہ ہے۔ پاکستان میں میکڈونلڈ نقصان میں جارہا ہے، مگر وہ اپنے کسی بھی سیل پوائنٹ کو بند نہیں کررہے۔ امریکہ سے آنے والے ایک باخبر پاکستانی کا کہنا ہے کہ میکڈونلڈ نے پاکستان میں اپنے ریستوران کا جال بچھا کر امریکہ میں اچھی خاصی subsidy (امداد) حاصل کی ہے۔

ان کا ثقافتی ایجنڈا یہ ہے کہ پاکستانیوں کو مشرقی کھانوں سے بیزار کرکے امریکی کھانوں کی رغبت دی جائے۔ امریکہ دنیا میں سیاسی نظام کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ اپنی ثقافتی اقدار کو بھی مسلط کرنا چاہتا ہے۔ مگر افسوس ہمارے پالیسی ساز اس خطرناک ایجنڈے کا اِدراک کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ محض اس بات پر ہی خوش ہیں کہ انہیں بسنت منانے کے لئے ملٹی نیشنل کمپنیاں کروڑوں روپے دے رہی ہیں اور ان کی جیب سے کچھ خرچ نہیں ہورہا۔ ان سکوں کی جھنکار میں پاکستان پر غیر محسوس طریقے سے جو ثقافتی یلغار کی جارہی ہے، اس کے خطرناک مضمرات سے چشم پوشی بے حد افسوس ناک ہے۔ ملٹی نیشنل کمپنیاں بسنتی تہوار کے ذریعے کس طرح کا کلچر پروان چڑھانا چاہتی ہیں، اس کا اندازہ ان کی طرف سے دیئے گئے اشتہارات اور جابجا نصب کردہ بسنتی بورڈوں پر درج شدہ ان نعروں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

۲۰۰۳ء کے بسنت کے موقع پر پیپسی کولا نے اپنے بورڈوں پر یہ نعرہ درج کیا:

سارے لہور دی اِکو ٹور — پیپسی گڈیاں ، بھنگڑے ڈور

بسنت مناواں، پینگاں پاواں — کھابے کھاواں، موج اڑاواں

ایک اور ملٹی نیشنل کمپنی نے کپڑے کے بسنتی بینروں سے لاہور شہر کو سجا رکھا تھا اس پر تحریر تھا:

ع رقص میں ہے سارا جہاں

یہ ملٹی نیشنل کمپنیاں پاکستان میں کھابے کھانے اور موج اُڑانے کا کلچر پروان چڑھا کر پاکستان کی نوجوان نسل کو اس کی فکری اَساس اور ان بلند ثقافتی قدروں سے محروم کرنا چاہتی ہیں جن کے بغیر کوئی بھی قوم ثقافتی عروج حاصل نہیں کرسکتی۔ ان بلند ثقافتی اقدار کا ذکر اس مضمون کی تمہید میں کردیا گیا ہے، قارئین خود ہی موازنہ کرلیں۔

www.KitaboSunnat.com

بسنت پر انسانی جانوں کا زیاں

بسنت کے پردے میں پاکستان میں رقص وسرود، لہوولعب اور بے حیائی کو فروغ دینے کے لئے ملٹی نیشنل کمپنیاں بھاری سرمایہ کاری کر رہی ہیں۔ بسنتی لہوولعب کے بڑھتے ہوئے رجحان سے جہاں ہماری ثقافتی اقدار کا جنازہ نکل رہا ہے، وہاں قاتل بسنت کے ہاتھوں اپنی جانیں ہار جانے والوں کے جنازے بھی سال بہ سال اُٹھ رہے ہیں۔ دھاتی ڈور سے شہ رگ کٹنے کے واقعات پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ بسنت کے دنوں میں چھتوں سے گر کر اور گاڑیوں سے ٹکرا کر مرنے اور زخمی ہونے والوں کا ذکر بھی کچھ کم روح فرسا نہیں ہے۔ کاش کہ فلڈ لائٹوں کی مصنوعی چکا چوند روشنی میں پتنگ بازی کا شغل برپا کرنے والوں کو احساس ہوتا کہ کتنے معصوم شہری موت کے اندھے غار میں اُتر جاتے ہیں۔

بسنت کے موقع پر کتنے لوگ ہلاک اور زخمی ہوتے ہیں، اس کا باقاعدہ ریکارڈ رکھنا تو بہت مشکل ہے۔ گزشتہ چند سالوں سے اخبارات میں دھاتی تار کی وجہ سے بجلی کا کرنٹ لگنے اور شہ رگ پر ڈور پھرنے کی وجہ سے ہونے والی ہلاکتوں کی خبریں شائع ہوئی ہیں، مگر بسنت کے موقع پر چھتوں سے گر کر، گاڑیوں سے ٹکرا کر اور دیگر وجوہات سے زخمی ہونے والوں کے حتمی اعداد وشمار کو جمع کرنا بے حد مشکل ہے۔ ۲۰ رفروری ۲۰۰۰ء کو روزنامہ انصاف نے ۱۹۹۵ء سے لیکر ۲۰۰۰ء تک بسنت کے دنوں میں ہلاک اور زخمی ہونے والوں کی تعداد کے بارے میں ایک رپورٹ شائع کی جس کے مطابق :

سال	ہلاکت	زخمی	سال	ہلاکت	زخمی
۱۹۹۵ء	۶	۲۰۰	۱۹۹۸ء	۶	۵۰۰
۱۹۹۶ء	۷ (۲ بچے)	۲۵۰	۱۹۹۹ء	۳	۶۷۵
۱۹۹۷ء	۳	۸۰۰	۲۰۰۰ء	۸	۷۱۳

۲۰۰۳ء میں لاہور میں ۱۰ قیمتی جانیں بسنت کی 'خوشیوں' کی نذر ہوئیں۔ جبکہ ۳۰۰ سے زائد افراد زخمی ہو کر اور اندھی گولیوں کا نشانہ بن کر ہسپتالوں میں پہنچے۔ نوائے وقت کی خاتون مضمون نگار رفیعہ ناہید پاشا نے ۱۹/جنوری ۲۰۰۴ء کو گذشتہ تین برسوں کے دوران پتنگ بازی کے باعث پیش آنے والے چند دلخراش واقعات کی رپورٹ پیش کی ہے۔ اسے پڑھ کر ایک

www.KitaboSunnat.com

حساس آدمی جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتا۔ وہ لکھتی ہیں:

''۲ جولائی ۲۰۰۳ء کے صرف ایک ہفتے میں تین افراد قاتل ڈور کا شکار ہوئے۔ ۱۴ سالہ طالب علم ندیم حسین شام کو ٹیوشن پڑھ کر موٹر سائیکل پر گھر واپس آرہا تھا، اس کی گردن پر کٹی پتنگ کی ڈور پھر جانے سے اس کی شہ رگ کٹ گئی۔ اس سے پہلے کہ کوئی مدد کو آتا وہ کلمہ چوک کے قریب جان جانِ آفرین کے سپرد کرچکا تھا۔ لاش گھر پہنچی تو کہرام مچ گیا۔ وہ میٹرک کے امتحان کی تیاری کررہا تھا اور ماں بہنیں جنھوں نے اس کے تابناک مستقبل کے حوالے سے کئی خواب دیکھ رکھے تھے، اس کی کتابیں ہاتھ میں لئے بے بسی سے آنسو بہاتی رہیں، جوان بیٹوں کے لاشے وصول کرنا آسان نہیں ہوتا۔ ادھیڑ عمر ماں لاش سے لپٹ کر دیر تک روتی رہی۔

اسی طرح مکھن پورہ کا رہائشی مبین شاہد اپنی اہلیہ اور تین سالہ بیٹے فہیم کے ساتھ موٹر سائیکل پر سوار ہوکر سسرال جارہا تھا کہ اچانک مزنگ کے قریب فہیم خون میں لت پت ہوگیا۔ دونوں میاں بیوی وحشت سے چیخ و پکار کرنے لگے تو علم ہوا کہ ڈور بچے کی شہ رگ کاٹ چکی ہے۔ چند لمحوں کے اندر اندر فہیم نے باپ کی گود میں تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔'' (نوائے وقت)

معروف کالم نگار حسن نثار نے 'بسنتی قتل عام' کے عنوان سے تحریر کردہ کالم میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا:

''ایک اور حادثہ کا میں جزوی طور پر عینی شاہد ہوں، میں نے کلمہ چوک کے قریب معصوم خون کا وہ بہت بڑا دھبہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، جس کا تعلق ایک ایسے نوعمر لڑکے سے تھا جو کئی بہنوں کا اکلوتا بھائی ہونے کے ناطے پورے خاندان کی جان تھا اور یہ جان بھی بے رحم ڈور نے لے لی۔ اک اور گھر کا چراغ پتنگ بازی نے گل کردیا۔'' (جنگ: ۲؍جولائی ۲۰۰۳ء)

علیٰ ہذا القیاس پتنگ بازی کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے کس کس کا نام لیا جائے۔ خود حکومت ِپنجاب نے حال ہی میں صوبائی اسمبلی میں ایک رکن اسمبلی کے سوال کے جواب میں جو رپورٹ دی ہے، اس کے الفاظ ملاحظہ کیجئے:

''پتنگ بازی کے نتیجہ میں لاہور شہر میں قیمتی جانوں کا ضیاع ہوا ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق بسنت کے دوران صرف لاہور شہر میں ۴۲؍افراد ہلاک ہوئے جبکہ ۴۲۵؍افراد زخمی ہوئے۔ لیکن حکومت ِپنجاب کی طرف سے پتنگ بازی پر پابندی عائد کرنے کے بعد ان قیمتی جانوں کا ضیاع تقریباً ختم ہوگیا ہے۔ موٹر سائیکل سوار نوجوان گلے پر ڈور پھرنے کی وجہ سے جاں بحق ہوئے۔ لیکن حکومت کی طرف سے دھاتی تار اور کیمیکل ڈور پر پابندی لگنے کے بعد یہ اموات نہ ہونے کے برابر ہیں۔'' (اسمبلی ریکارڈ)

www.KitaboSunnat.com

یاد رہے کہ یہ جواب اسمبلی میں ۱۷؍ اکتوبر ۲۰۰۳ء کو داخل کرایا گیا اور ۱۲؍ جنوری ۲۰۰۴ء کو زیر بحث لایا گیا۔ ایک طرف رفیعہ ناہید پاشا کی طرف سے بیان کردہ دلخراش واقعات اور حکومت پنجاب کی رپورٹ ہے، مگر دوسری طرف ہمارے پیش نظر ایک صوبائی وزیر کا بیان ہے۔ مؤرخہ ۸؍ جنوری ۲۰۰۴ء کو ایک مقامی ہوٹل میں بسنت فیسٹیول کے آرگنائزر کی طرف سے منعقدہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے انسانی جانوں کے حوالے سے فرمایا:

''اس سے کہیں زیادہ ہلاکتیں، ڈکیتیوں، ٹریفک حادثات اور خودکشیوں میں ہوتی ہیں، اس پر کوئی نہیں بولتا۔'' (نوائے وقت)

مجھے یاد ہے کہ معروف کالم نگار جناب عطاء الحق قاسمی نے بھی ۲۰۰۱ء میں روزنامہ 'پاکستان' میں شائع ہونے والے اپنے ایک انٹرویو میں بسنت کے جواز میں کچھ اس طرح کا استدلال پیش کیا تھا، مگر ۲۰۰۳ء کے بسنت کے موقع پر انہوں نے برملا اعتراف کیا کہ بسنت جیسی عوامی تفریح کو مافیا نے اپنی عیاشی اور نمود و نمائش کا ذریعہ بنالیا۔ (کالم مؤرخہ: ۱۷؍ فروری ۲۰۰۳ء)

اگر غور کیا جائے تو ڈکیتیوں، ٹریفک حادثات اور خودکشیوں کے نتیجے میں ہونے والی ہلاکتوں اور پتنگ کی ڈور سے شہ رگ کٹ کر مرنے والوں میں ایک اُصولی فرق ہے۔ ٹریفک حادثات ہوں یا ڈکیتیاں، ان میں ذمہ دار افراد کو اسی وقت یا بعد میں گرفتار کیا جاسکتا ہے اور ان پر مقدمہ دائر ہوسکتا ہے۔ مگر لاہور جیسے گنجان آباد شہر میں گذشتہ تین سالوں میں ۴۲؍ افراد پتنگ بازی کی وجہ سے لقمہ اجل بن چکے ہیں مگر آج تک کسی بھی 'قاتل ڈور' کے پس پشت ہاتھ پر ہاتھ نہیں ڈالا جاسکا، اور نہ ہی اس کا مستقبل میں کوئی امکان ہے۔

پھر ٹریفک اور پتنگ بازی ایک جیسے اہم نہیں ہیں۔ شہر میں ٹریفک تو ناگزیر ہے، مگر پتنگ بازی کے بغیر نہ صرف یہ کہ گذارا ہوسکتا ہے بلکہ گذشتہ چند ماہ کی پابندی کے دوران عوام نے بہت سکھ پایا ہے۔ پھر یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ٹریفک کے حادثات میں ہونے والی ہلاکتیں لاہور جیسے گنجان آبادی کے شہر میں نہیں ہوا کرتیں، یہ ہائی ویز پر تیز رفتاری سے ہوتی ہیں۔ شہر میں تیز رفتار ٹریفک کی اجازت نہیں ہے کیونکہ اس سے ہلاکتوں کا خدشہ رہتا ہے۔ اسی طرح اگر شہری آبادی میں پتنگ بازی سے ہلاکتوں کا خدشہ ہو تو اس پر پابندی ضرور لگنی چاہئے۔ ٹریفک حادثات اور بسنتی حادثات کو ایک ہی میزان میں تولنا غیر منطقی اور غیر عقلی استدلال ہے!!

www.KitaboSunnat.com

لاہور کی نئی بسنت

۲۰۰۰ء سے لاہور میں بسنت منانے کے طور طریقوں، انداز و اطوار اور لہو ولعب کے اُسلوب میں نمایاں تبدیلی دیکھنے میں آئی ہے۔ یہ پہلا سال تھا جب پی ایچ اے اور دیگر سرکاری اداروں نے بسنتی پروگراموں کا نہ صرف بھرپور اہتمام کیا بلکہ ملٹی نیشنل اداروں اور تجارتی کمپنیوں کو بسنتی ثقافت کے فروغ میں والہانہ کردار ادا کرنے کی ترغیب دی گئی۔ بسنت مافیا نے سرکاری شرکت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے بسنت میں ایسی ایسی خرافات بھی شامل کردیں جن کا 'سرسوں کے پھول کی خوشبو' یا عوام کی 'صاف ستھری' تفریح سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس سے پہلے شہر کی عیاش اشرافیہ ناؤ و نوش اور رقص وسرود کی جو محفلیں کوٹھیوں اور حویلیوں کی چاردیواری میں برپا کرتی تھی، اب اس کا اہتمام ہوٹلوں، ریستورانوں، بلند وبالا عمارتوں اور بازاری پلازوں کی چھتوں پر بے حد ہنگامہ خیز انداز میں کیا جانے لگا۔ اب تماش بینوں کو بسنتی مجرے دیکھنے یا بسنتی لباس میں گڈے اُڑاتی پری جمال تتلیوں کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے یوسف صلاح الدین جیسے 'شرفا' کی حویلیوں کے طواف کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ اب تو ہر دوسرے ہوٹل یا پلازے کی چھتیں مجرہ گاہ کا منظر پیش کرنے لگیں۔ سینکڑوں نہیں، بلکہ ہزاروں نو دولتیوں نے بسنت کو 'طوائف' سمجھ کر اس پر اپنے سرمائے کی یلغار کردی۔ پھر ان لوگوں نے ان چھتوں پر جواں جسموں کی وہ وہ منڈیاں لگائیں کہ یوسف صلاح الدین جیسے روایتی بسنت کے عاشق شرفا بھی اس کو دیکھ کر شاید شرما جائیں۔

اس تبدیلی کو نذیر ناجی جیسے سیکولر کالم نگار نے بھی محسوس کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''بسنت ہر سال نئے زور اور نئی توانائیوں کے ساتھ آنے لگی ہے اور مجھے ہر بار یوسف صلاح الدین یاد آتے ہیں۔ لاہور بلکہ پاکستان میں بسنت کو نئے دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے اور اسے گلی محلوں کے تہوار سے اوپر اٹھا کر پاکستان کی اشرافیہ اور پھر عالمی سطح تک لانے میں یوسف صلاح الدین نے پہلا اور بنیادی کردار ادا کیا۔ اُنہی کی دعوتوں پر لاہور کے ایلیٹ نے بسنت منانا شروع کی ...... اور پھر تہوار کے پھیلتے رنگ چاروں طرف چھا گئے۔ یوسف صلاح الدین آج بھی اپنی حویلی میں بسنت مناتے ہیں لیکن سرمائے کی یلغار نے انہیں بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔'' (روزنامہ جنگ: ۱۲؍فروری ۲۰۰۳ء)

نذیر ناجی جیسے دانشور تو شاید بسنت کے پھیلتے رنگوں کے سحر سے باہر آنے کو تیار نہیں مگر

یہی وہ 'نئے دور کا بسنت' ہے جس نے پاکستان کی ثقافتی قدروں کو شدید خطرات سے دوچار کردیا ہے اور جس کی وجہ سیہر اس پاکستانی کا چین غارت ہوگیا ہے جو اس ملک کی نظریاتی سرحدوں کو یوں نیست ونابود ہوتے دیکھ کرخون کے آنسو روتا ہے۔

بسنت کا 'نیا زور' اور 'نئی توانیاں' دیوانہ وار آگے بڑھتی رہیں۔ بالآخر ۲۰۰۲ء میں یہ ہنگامہ کلائمکس (Climax) کو چھوتا دکھائی دیا۔ اس سال بسنت کے نام پر وہ ہڑبونگ مچا جس کی ماضی میں نظیر نہیں ملتی۔ پہلے بسنت صرف ایک دن منائی جاتی تھی، اس سال تین دن تک یہ شور شرابہ جاری رہا۔ بسنت مافیا نے نئی خرافات متعارف کرائیں۔ نئے نئے بے ہودہ بسنتی گیتوں سے محلے اور بازار گونجنے لگے۔ Tango نام کی ایک تجارتی کمپنی نے شہر میں جابجا ٹرالر کھڑے کئے جن پر کرائے کے لڑکے اور لڑکیاں 'نچ پنجابن نچ' جیسے بیہودہ گیت پر مجنونانہ ڈانس کرتے۔ ماڈل ٹاؤن، خالد مارکیٹ میں اس کمپنی کا ٹرک مسجد سے محض ۲۰ فٹ کے فاصلہ پر کھڑا کیا گیا۔ اذان اور نماز کے وقت بھی یہ لوگ 'نچ پنجابن نچ' کی مستی میں مبتلا رہے۔ متعدد سپیکروں کی کان پھاڑنے والی آواز، بے ہودہ گانوں اور لچر ڈانس سے مقامی آبادی کو اس قدر پریشانی کا سامنا کرنا پڑا کہ شہریوں نے اشتعال میں آکر اس ٹرالر پر ہلہ بول دیا اور اسے زبردستی بند کرایا۔ یہ تو محض ایک مثال ہے ورنہ شہر بھر میں بیہودگی اور لچر پن کا راج تھا۔ یوں لگتا تھا کہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پاکستان کی ثقافت کی جڑیں اکھاڑنے اور مغرب کی بیہودہ لبرل تہذیب کو رواج دینے کا پروگرام بنایا گیا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے بسنت کو ایک Cover کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔

۲۰۰۲ء میں ۱۷/ فروری کو لاہور میں بسنت منائی گئی۔ اس سال سب سے زیادہ Vulgur (بے ہودہ) تقریب کا اہتمام ایک این جی او نے شاہی قلعہ میں کیا۔ قومی اخبارات نے اس تقریب کی جو تفصیلات شائع کیں، اسے پڑھ کر ہر شخص بخوبی اندازہ کرسکتا ہے کہ ہمارے ہاں بسنت کے نام پر کس طرح کا کلچر پروان چڑھانے کی کاوش کی جارہی ہے۔ روزنامہ پاکستان نے ۱۹/ فروری ۲۰۰۲ء کو اس واقعہ کی خبر صفحۂ اوّل پر شائع کی۔ اس خبر کی نمایاں سرخی یہ تھی: ''شاہی قلعہ میں کھلم کھلا شراب چلی......''

مزید تفصیلات ملاحظہ فرمائیے:

''لیٹن رحمت اللہ آئی ہسپتال کے زیراہتمام شاہی قلعہ لاہور میں عطیات اکٹھے کرنے کے

www.KitaboSunnat.com

لئے بڑی تقریب کا اہتمام کیا گیا جہاں سرعام شراب تقسیم کی گئی۔ روزنامہ پاکستان کی تحقیق کے مطابق ایل آر بی ٹی (لیٹن رحمت اللہ بینوولینٹ ٹرسٹ) کے زیراہتمام جمعہ کو شاہی قلعہ میں تقریب منعقد ہوئی اور اس پروگرام کے دعوتی کارڈ چھ ہزار روپے فی کس کے حساب سے فروخت کئے گئے۔ اس تقریب میں وفاقی وزیر پٹرولیم عثمان امین الدین مہمانِ خصوصی تھے۔ شاہی قلعہ کے وسیع باغ میں رات دیر گئے تک جاری رہنے والی اس تقریب میں سینکڑوں 'مخیر' حضرات نے شرکت کی۔ کھانے کے ہر میز پر ۲/افراد کی گنجائش تھی۔ جبکہ ہر میز کے ساتھ وافر مقدار میں شراب سجائی گئی تھی۔ شرکا تقریب میں موسیقی کے پروگرام کے ساتھ شراب نوشی سے بھی لطف اندوز ہوتے رہے۔"

روزنامہ پاکستان کی اس تحقیقاتی رپورٹ کے یہ الفاظ غور سے پڑھنے کے لائق ہیں:

"اس پارٹی میں ایک اعلیٰ سرکاری عہدیدار نے غیر ملکی مہمانوں کو فخر سے دکھاتے ہوئے کہا کہ آپ خود دیکھ لیں: کہاں ہے بنیاد پرستی اور انتہا پسندی؟ پاکستان ایک لبرل اور اعتدال پسند معاشرہ ہے......!!"

روزنامہ پاکستان نے اسی روز مولانا عبدالرحمن اشرفی، مفتی غلام سرور قادری، مولانا سمیع الحق، منور حسن، مولانا امجد خان اور دیگر تقریباً ۲۰ علماء کے نام بھی شائع کئے جنہوں نے اس پروگرام کے ذمہ داران کی شدید مذمت کی اور کہا کہ شراب کو خیرات کا ذریعہ بنانا جائز نہیں۔

ضلعی ناظم میاں عامر محمود نے بیان دیا کہ

"اگر ایسا پروگرام ہوا ہے تو متعلقہ افراد کے خلاف کارروائی کی جائے گی، انہوں نے کہا جو کچھ ہوا میرے علم میں نہیں۔ اگر اس تقریب میں سرعام شراب تقسیم کی گئی ہے تو متعلقہ افراد کے خلاف تحقیق کر کے کارروائی کی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ خیرات کے نام پر شراب کی محفلیں منعقد کرنا غیر قانونی اقدام ہے۔" (روزنامہ پاکستان: ۱۹/فروری ۲۰۰۲ء)

بعد میں اس واقعہ کے متعلق کوئی تحقیق یا کسی کے خلاف کوئی کارروائی ہوئی؟ اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔

روزنامہ نوائے وقت نے ۱۹/فروری ۲۰۰۲ء کے اداریے میں بسنتی خرافات کا نوٹس لیتے ہوئے تحریر کیا:

"اس پر مستزاد یہ کہ شاہی قلعہ لاہور کی تقریب میں شراب وافر مقدار میں تقسیم کی گئی اور ۲/افراد کی ہر میز کے ساتھ شراب سجائی گئی تھی۔ ان سب حقائق کے پیش نظر یہ کہنا مناسب ہے کہ تعیش پسند طبقے نے مال خوب لٹایا اور حکومتی پابندیاں پتنگوں کے ساتھ اُڑا دیں یا ناؤنوش

www.KitaboSunnat.com

کی نذر کردیں۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ ان تقریبات میں غیرملکی سفیروں کو بلا کر پاکستان کی عشرت پسندی کا ایسا مظاہرہ کیا گیا جو ملک وقوم کی تہذیبی روایات کے خلاف تھا۔ جرمنی کے سفیر نے کہا کہ ''ہمارے ملک میں بھی پتنگ بازی ہوتی ہے مگر پاکستان میں انوکھی ہے۔''

چین پتنگ بازی کو رائج کرنے والا ملک شمار ہوتا ہے لیکن جو عیاشی لاہور میں دیکھی گئی اس کا متحمل چین جیسا ملک بھی نہیں ہے...... بسنت ہندوؤں کا تہوار ہے لیکن بھارت میں بسنت عام معمول کا دن تھا۔ پاکستانیوں نے اسے 'ہائی جیک' کرکے لہوولعب کے فروغ کا وسیلہ بنایا۔ اخبارات میں خواتین کے بھنگڑے کی جو تصویریں چھپیں، غیرت کے منافی ہیں۔ یہ قوم کش عیاشی اس طبقے کی ہے جس نے حرام مال افراط سے جمع کیا ہے اور اب اس حال مست قوم کا تہذیبی مزاج لبرل ازم کی طرف لانے کے لئے برسرعمل ہے۔ امریکہ جس لبرل ازم کو فروغ دینا چاہتا ہے وہ پورے ڈھول ڈھمکے کے ساتھ یہاں وارد ہوچکی ہے۔ اور اس کو سرکاری سرپرستی بھی حاصل ہے۔''

ایک سال بعد نوائے وقت کے احتجاجی نوٹ میں مزید تلخی پیدا ہوگئی :

'' پچھلی تین بسنتوں کے دوران لاہور جیسے علمی وتہذیبی شہر کا جو حال ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔شراب کے جام پر جام لنڈھائے گئے۔ حکمرانوں کی موجودگی میں مقامی اور دوسرے شہروں سے آئے ہوئے 'معززین' نے وہ حرکات کیں کہ ان کے ذکر سے بھی تعفن محسوس ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ خالد حسن جیسا لبرل اور سیکولر خیالات رکھنے والا دانشور انگریزی روزنامے ڈان میں یہ لکھنے پر مجبور ہوگیا کہ بسنت کے روز لاہور 'کوٹھے' میں تبدیل ہوچکا تھا۔''

(ادارتی نوٹ: ۳/ جولائی ۲۰۰۳ئ)

لبرل کلچر کی ایک جھلک

حالیہ برسوں میں بسنت کے جنون نے ہمارے معاشرے کی صدیوں سے مسلمہ سماجی وثقافتی اقدار کو شکست و ریخت سے دوچار کردیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں عورتیں پتنگ بازی کے شغل میں شریک نہیں ہوتی تھیں۔ عورتوں اور لڑکوں کا چھت پر جاکر پتنگ کی ڈور پکڑنا یا 'بوکاٹا' کے نعروں میں شامل ہونا بے حد نازیبا اور گری ہوئی حرکت سمجھی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ چھتوں پر مرد یا جواں لڑکے ہی پتنگ بازی کا شغل برپا کرتے دکھائی دیتے تھے۔ عام آدمی کی غیرت گوارا نہیں کرتی تھی کہ وہ اپنی بیوی، بیٹی یا بہن کو اس لہوولعب میں شانہ بشانہ شریک دیکھ سکے۔ مگر اب تو معلوم ہوتا ہے کہ شرم و حیا کے تمام پردے گرا دیے گئے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

چھتوں پر عورتیں بسنتی لباس پہن کر نہ صرف سرسوں کی فصلیں لگاتی ہیں بلکہ باپ، بھائی اور غیر محرم مردوں کی موجودگی میں 'بوکاٹا' کے نعرے لگاتی ہیں، پتنگ باز سجنا کے گیت گاتی ہیں، اور ترنگ میں آکر بھنگڑا بھی ڈال لیتی ہیں۔

بسنت کے موقع پر قریبی چھتوں پر لڑکے اور لڑکیوں کے غول در غول عشق وفسق کی آتش کو ہوا دینے میں بے حد سازگار ماحول مہیا کرتے ہیں۔ اس لبرل ماحول میں پتنگیں اُڑانے اور آنکھیں لڑانے کا شغل دونوں جاری رہتے ہیں۔ ہمارے شاعروں نے بھی بے حد مزے لے کر اس عشق بازانہ پتنگ بازی کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ بعض شعرا کی شاعری کا بسنتی رنگ ملاحظہ کیجئے۔ طارق کھوکھر نامی شاعر کی نظم کا عنوان ہے: 'چھت پر آنا اچھا لگتا ہے'، کہتے ہیں:

صبح کو اس کا چھت پر آنا اچھا لگتا ہے — دھاگے سے سب کچھ کہہ جانا اچھا لگتا ہے
دن کو نہ تیرا چھت سے جانا اچھا لگتا ہے — پتنگ کے سنگ خود لہرانا اچھا لگتا ہے
شام کو تیرا چھت پر آنا اچھا لگتا ہے — سب کچھ آنکھوں میں کہہ جانا اچھا لگتا ہے

ایک دوسرے شاعر شاہد کریم انجم بسنت کے موقع پر چھتوں پر انجام دی جانے والی 'ثقافتی' سرگرمیوں کا حال یوں بیان کرتے ہیں:

کتنی سج دھج سے آئی میرے شہر میں آج بسنت — زندہ دل لوگوں کے دل پر کرتی ہے راج بسنت
اک اک لمحہ گزر رہا ہے کتنا حسینوں پر — ہر کوئی ڈورے ڈال رہا ہے چھت پر کھڑا حسینوں پر
آنکھوں آنکھوں میں ہی لاکھوں یہاں پیچ لگتے ہیں — نظروں کی قاتل ڈوری سے یہاں پر گڈے کٹتے ہیں
پیلے رنگ کے طوفانوں میں سبھی ارمان مچلتے ہیں — جس جانب بھی دیکھیں، دل کے چور نکلتے ہیں!

باقر نقوی نام کے شاعر کا کلام دیکھئے:

کیا مزہ ہے — بسنت کی بہار میں — سجنی کے دیدار میں!
دیر تک پتنگ اُڑائے رکھنا — اس کے انتظار میں
چھت پر نظریں جمائے رکھنا — اس کے انتظار میں

('بسنت لاہور کا ثقافتی تہوار'، نذیر احمد چوہدری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور)

اچھے اچھے شرفا اس لبرل کلچر کے سیلاب میں خس و خاشاک کی طرح بہتے چلے جاتے ہیں۔ اجتماعی پتنگ بازی کا بدترین پہلو یہی ہے کہ اس کی وجہ سے اجتماعی آوارگی جنم لے رہی ہے مگر اس کا احساس نہیں کیا جارہا۔ اس فسق و فجور سے بھرپور ماحول میں منائی جانے والی بسنت کو جو

www.KitaboSunnat.com

دانشور ہمارے 'قومی و ثقافتی تہوار' کا نام دیتے ہیں، ان سے گذارش ہے کہ وہ اپنی اس رائے کو دینی حمیت اور قومی غیرت کے آئینے میں لمحہ بھر کے لئے ضرور دیکھیں۔ دینی راہنماؤں کو 'بے روح مذہبیت' اور 'قدامت پرستی' کا طعنہ دینے کی بجائے مناسب ہوگا کہ وہ بسنت کے دل دادہ ان شعرا کے اشعار پر غور فرمائیں۔ کاش کہ وہ قوم کو اس ثقافتی لبرل ازم کے عذاب سے نجات دلانے میں فکری راہنمائی کا فریضہ انجام دیتے!!

بسنت اور ہمارے دانشور صحافی

روزنامہ نوائے وقت، بسنت مخالف تنظیموں، سماجی راہنماؤں اور دینی حلقوں کی طرف سے بسنت کو ہندوانہ تہوار قرار دے کر اس کے خلاف شدید احتجاج کیا جارہا تھا۔ اسی لئے بسنت کے حامی دانشوروں نے ان تقریبات کے لئے 'بسنت' کا نام استعمال کرنے سے گریز کرنا شروع کردیا۔ انہوں نے احتیاط کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اسے 'پتنگ میلہ' اور 'جشن بہاراں' جیسے نام عطا کئے۔ اس طرح کا معذرت خواہانہ طرزِ عمل بالخصوص ایسے دانشوروں اور صحافیوں کی طرف سے سامنے آیا، جو ہمیشہ دائیں بازو میں شامل رہے ہیں۔ ان کی جانب سے نیمے دروں نیمے بروں والا انداز اپنایا گیا۔

ان حضرات نے 'جشن بہاراں' میں 'پرزور شرکت' بھی فرمائی اور اسے 'اخلاقی حدود کا پابند' رکھنے کی تلقین بھی فرماتے رہے۔ اسلامی اقدار کے فروغ کے لئے اپنے عزائم کا اظہار بھی فرماتے رہے اور ساتھ ہی بسنت کو ہندوانہ تہوار کہنے والوں کو 'بے روح مذہبیت' اور 'قدامت پرستی' کا شکار ہونے کے طعنے بھی دیتے رہے، علمائے کرام کو 'وسیع النظر ہونے' کی تلقین بھی فرماتے رہے، ساتھ ہی نوجوانوں کو سمجھاتے رہے کہ پاکستان کی بنیادی شناخت اس کے نظریہ کے حوالے سے ہے۔ اپنی سرپرستی میں 'دل ہوا بوکاٹا' جیسے گانوں پر نوجوانوں سے بھنگڑے بھی ڈلواتے رہے اور ساتھ ہی اپنے اخبار کے اداریے میں یہ تبلیغ بھی جاری رکھی: ''ہماری تقریبات بے خدا معاشروں کی تقریبات سے مختلف ہونی چاہئیں اور نظر بھی آنی چاہئیں۔''

روزنامہ 'پاکستان' کے محترم مدیر صاحب کے فکری اضطراب کا عظیم نمونہ ان کا وہ اداریہ ہے جو ۱۹/فروری ۲۰۰۲ء کو 'پتنگ میلہ؛ بسنت یا جشن بہاراں' کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس اداریے کے کچھ حصے ہم قارئین کی دلچسپی کے لئے نقل کردیتے ہیں، باقی حصے اگر ہوسکے تو

www.KitaboSunnat.com

پڑھنے کی زحمت وہ خود گوارا کرلیں :

”یہ 'پتنگ میلہ' جسے بسنت کا نام بھی دیا جاتا ہے اور 'جشن بہاراں' کہہ کر بھی پکارا جاتا ہے اب لاہور شہر کی تہذیبی شناخت بن چکا ہے ...... ایک طرف قوم کا بڑا حصہ بحیثیتِ مجموعی اس میلہ کو قومی تہوار بنا چکا ہے تو دوسری طرف اس پر تنقید بھی جاری ہے۔ روزنامہ پاکستان کے مارکیٹنگ کے شعبے کی طرف سے بھی اس بار اس 'میلے' میں پرزور شرکت کی گئی ...... ہمارے متعدد قارئین ہم سے بار بار پوچھ رہے ہیں کہ آپ کی رائے کیا ہے اور نظریہ کیا ہے؟ آپ تو اس ہنگامے میں شریک نظر آرہے ہیں۔“ ہم نے ضروری جانا کہ اس موقع پر چند اُمور کی وضاحت کردی جائے اور اپنی رائے کو کھول کر اپنے قارئین کے سامنے رکھ دیا جائے ......“

اداریے کے مندرجہ بالا حصہ پر ہم اختلافِ رائے کا حق استعمال کرتے ہوئے پہلے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں اور اس کے بقیہ حصے کو بعد میں نقل کریں گے۔ 'پتنگ میلہ' کی ترکیب مروّج نہیں ہے۔ اسے بسنت کا نام دیا نہیں جاتا، یہ شروع ہی سے 'بسنت' ہی کہلاتا ہے۔ اسے لاہور شہر کی 'تہذیبی شناخت' کہنا بھی تاریخی حقائق کے منافی ہے۔ قابل اعتماد ماخذوں کے مطابق قیامِ پاکستان سے پہلے لاہور کے مسلمانوں کی 'بسنت' میں شرکت نہ ہونے کے برابر تھی۔ آج بھی اندرونِ شہر ہزاروں بزرگ موجود ہیں جو یہ بتاسکتے ہیں کہ قیامِ پاکستان کے بعد بھی چند نوجوان تھے جو منٹو پارک میں پتنگ بازی کا شغل کرتے تھے یا کچھ لوگ مزنگ میں یہ کام کرتے تھے مگر ان کی اس حرکت کو معاشرے میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ یہ بات بھی درست نہیں کہ ”قوم کا بڑا حصہ بحیثیتِ مجموعی اس میلے کو قومی تہوار بنا چکا ہے۔“ لاہور شہر میں بسنت کے مخالف افراد لاکھوں میں ہیں۔ ایک مقامی سطح کی تقریب کو 'قومی تہوار' نہیں کہا جاسکتا۔ بسنت جیسے متنازع فیہ لہو ولعب پر مبنی پروگرام کو قومی تہوار کہنا مناسب نہیں ہے۔

روزنامہ پاکستان کے مذکورہ اداریے کے بقیہ حصے ملاحظہ فرمائیے :

① ”بسنت یا جشن بہاراں یا پتنگ میلہ کے نام پر منایا جانے والا یہ تہوار کسی بھی طور کسی مذہب کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ نہ یہ کرسمس ہے، نہ دیوالی اور نہ ہولی۔ یہ ایک غیر مذہبی تہوار ہے جسے طویل عرصہ سے منایا جارہا ہے۔

② پتنگ کسی ہندو کی ایجاد ہے نہ سکھ کی۔ اسے سینکڑوں سال سے مشرق کے آسمان پر اڑایا جارہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسے اہل چین نے ایجاد کیا۔

www.KitaboSunnat.com

③ کوئی بھی ثقافتی تہوار اچھا یا برا نہیں ہوتا، اسکو منانے کے طریقے اسے اچھا یا بُرا بناتے ہیں.

④ مسلمانوں نے اپنی پندرہ سو سالہ تاریخ میں مختلف مقامات پر مختلف مقامی تہواروں کو مشرف بہ اسلام کیا، انکے منانے پر پابندی نہیں لگائی، البتہ انہیں اخلاق کا جامہ پہنا دیا۔

⑤ ہر بات کو کفر اور اسلام کا جھگڑا بنانے کی روش نے ہمیں ماضی میں بہت نقصان پہنچایا ہے۔اس لئے علمائے کرام اور مذہبی راہنماؤں کو اس سے گریز کرنا چاہئے اور اگر لوگ خوشیوں کے چند لمحے سمیٹنا چاہیں تو ان کے خلاف تلوار لے کر کھڑے نہیں ہوجانا چاہئے۔

⑥ جہاں لہو ولعب کو حلال نہیں کیا جاسکتا، وہاں ہر شے کو لہو ولعب قرار بھی نہیں دیا جاسکتا۔ اسلام کی تلوار کو وہاں چلانا چاہئے جہاں اسلام کو ضرورت ہو، تلوار لے کر چلنے والے کو یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ ذاتی پسند و ناپسند کو دین کا مسئلہ بنا دے۔"

محترم اداریہ نویس نے مندرجہ بالا سطور میں جو باتیں کی ہیں، ان میں بہت سی اُصولی طور پر درست ہیں، مگر بعض کے متعلق تبصرہ اور اعتراض کی گنجائش موجود ہے۔ مثلاً:

❶ یہ ایک ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہے کہ بسنت ہندوانہ تہوار رہا ہے۔ راقم الحروف نے محدث کے انہی صفحات میں اپنے ایک مضمون 'بسنت، محض موسمی تہوار نہیں!' میں سکھ، ہندو اور انگریز مؤرخین کی آراء کو پیش کردیا ہے جنہیں دیکھ کر کوئی بھی حقیقت کا متلاشی اصلی بات کو سمجھ سکتا ہے۔ البیرونی کی رائے ہو یا فرہنگِ آصفیہ میں اندراج، اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بسنت بنیادی طور پر ہندوانہ تہوار ہے۔ راقم کا یہ مضمون 'محدث' (فروری ۲۰۰۱ئ) کے علاوہ روزنامہ پاکستان میں بھی ۲۰۰۲ء کے بسنت کے موقع پر شائع ہوا۔ روزنامہ نوائے وقت نے ۹/فروری ۲۰۰۳ء کی اشاعت میں تاریخی حقائق کو مفصل طور پر شائع کرکے دکھا دیا کہ بسنت کا پس منظر ہندوانہ تہوار کا ہے۔ البتہ یہ معاملہ الگ ہے کہ کوئی بسنت مناتا ہے، مگر اسے ہندوانہ تہوار نہیں سمجھتا۔

❷ پتنگ بازی پر یہ اعتراض کسی نے وارد نہیں کیا کہ یہ کسی ہندو کی ایجاد ہے۔ اصل اعتراض یہ ہے کہ لاہور میں بسنت کے موقع پر پتنگ بازی کا آغاز گستاخِ رسول حقیقت رائے دھرمی کے میلے سے ہوا۔ تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہے۔ سکھ اور ہندو مؤرخین کو بھی اس سے انکار نہیں ہے۔ یہاں روزنامہ نوائے وقت کی رپورٹ 'بسنت کیا ہے؟' کے متعلقہ حصہ کو نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

www.KitaboSunnat.com

''بسنت اور پتنگ دو الگ الگ مشرکانہ عقائد اور تہواروں کا حصہ ہیں۔ لیکن ان دونوں کا باہم ربط و تعلق کیسے ہوا۔ اس کا پس منظر ہم مسلمانوں کے لئے اس قدر غیرت آموز ہے کہ اگر ہم میں ذرّہ برابر بھی دینی حمیت ہو تو بسنت اور پتنگ کے قریب بھی نہ پھٹکیں۔ درحقیقت ایک گستاخِ رسول حقیقت رائے دھرمی کو نسبت پنچمی کے روز اس کے جرم کی پاداش میں پھانسی دی گئی تھی۔ سکھوں نے بالآخر اس کا بدلہ ان تمام مسلمانوں کو بے دردی سے قتل کر کے لیا جو اس وقوعہ میں کسی نہ کسی طریقے سے ملوث تھے۔ انتقام لینے کی خوشی میں سکھوں اور ہندوؤں نے حقیقت رائے دھرمی کے میلے کے روز اس کی سمادھ پر پتنگیں اڑائیں۔ کیونکہ اس کی پھانسی کا دن بسنت پنچمی تھا۔ اس لئے لاہور میں جو سکھوں کا پایۂ تخت تھا، بسنت و پتنگ لازم وملزوم سمجھے جانے لگے۔'' (نوائے وقت: ۹رفروری ۲۰۰۳ء)

مشتاق پھلروان، جو پتنگ بازی کے حامی ہیں، لکھتے ہیں:

''بعض قبائل میں پتنگ کے بھجن گائے گئے۔ پتنگ کو دیوتا مانا گیا۔ اس سے دعائیں اور مرادیں مانگی جاتی تھیں۔ یہ اعتقاد بھی دیکھا گیا کہ پتنگ سے بھوت پریت نہیں آتے۔''

(کتابچہ: بسنت و پتنگ)

۳ اسلامی نقطہ نظر سے کسی بھی تہوار کی اچھائی یا برائی کا تعین کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی فکری بنیاد کو پرکھا جائے۔ اسلام نے اچھے تہوار (عیدین ☆) خود بتا دیئے ہیں، اس کے علاوہ کسی ایسے ثقافتی تہوار کو مسلم معاشرہ کے لئے قابل قبول نہیں قرار دیا جا سکتا، جس پر کسی دوسری قوم یا مذہب کی چھاپ ہو۔ بسنت کی فکری بنیاد اور اس کے منانے کا طریقہ دونوں ہی قابل اعتراض ہیں۔

۴ تاریخی طور پر یہ بات درست نہیں ہے کہ اسلام نے اپنی پندرہ سو سالہ تاریخ میں مختلف مقامات پر مختلف مقامی تہواروں کو 'مشرف بہ اسلام' کیا، انہیں اخلاق کا جامہ پہنانے کی بات تو دور کی ہے۔ مسلمانوں نے آٹھ سو برس تک سپین پر حکومت کی، انہوں نے کبھی عیسائیوں کے تہوار کرسمس کو 'مشرف بہ اسلام' کرنے کی کوشش نہ کی۔ انہوں نے فارس پر قبضہ کیا جو آج تک چلا آتا ہے، مگر کبھی انہوں نے پارسیوں کے کسی تہوار کو 'اخلاقی جامہ' پہنا کر نہیں منایا۔ مسلمان

☆ کتبِ احادیث میں ہے کہ نبی کریم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے علاقائی تہواروں کو منوانے کی بجائے آپ نے فرمایا: قد أبدلکم اللہ بھما خیرا منھما: یوم الأضحیٰ و یوم الفطر (سنن ابو داود) ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں جاہلیت کے تہواروں سے کہیں بہتر عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دو تہوار عطا فرمائے ہیں۔''

www.KitaboSunnat.com

بادشاہوں نے نوروز جیسے سالِ نو کے معروف تہوار کو بھی کبھی نہیں منایا۔ ہندوستان میں بھی مسلمانوں نے ہندوؤں کے کسی تہوار کو اپنانے کی کوشش نہ کی۔ دو قومیتوں کی متصادم فطرت کے عنوان سے انگریز مؤرخ مرے ٹائٹیس کہتا ہے:

''بارہ طویل صدیوں تک اسلام ہندوستان میں ہندومت کے ساتھ ساتھ رہا۔ بارہ صدیوں تک دونوں قومیں ایک جانب قومیتی اولوالعزمیاں اور دوسری جانب قومیتی تحفظ کے فطری جذبے کی آویزش، اکثر و بیشتر چپقلشوں اور تنازعوں کا باعث بنی رہی اور آج تک جاری ہے۔'' (انڈین اسلام: صفحہ ۱۷۶، ۱۹۳۰ئ)

جرمن فلاسفر اوسوالڈ اسپینگلر کے بقول: ''ایک مذہبی ثقافتی قوت کے لحاظ سے اسلام بیشتر حیثیتوں میں ہندومت کی عین ضد ہے۔'' (زوالِ مغرب)

پروفیسر عزیز احمد جو اسلامی کلچر پر اتھارٹی مانے جاتے ہیں، اپنی معرکہ آرا تصنیف 'برصغیر میں اسلامی کلچر' میں لکھتے ہیں:

''ثانوی ہندوستانی ماحول اور نسلی اثرات سے گھرے رہنے کے باوجود ہندوستان میں اسلام نے ان تمام صدیوں میں اپنا غیر ملکی انداز برقرار رکھا۔ بقول جادوناتھ سرکار: ہندوستانی مسلمان بحیثیت ِکل بدیسی ذہن رہا۔ وہ محسوس کرتا تھا کہ وہ تھا تو ہندوستان میں لیکن اس کا جز نہیں تھا۔'' (صفحہ: ۱۱۰)

❺ بلا شبہ اگر لوگ خوشیوں کے چند لمحے سمیٹنا چاہیں تو ان کے خلاف تلوار لے کر کھڑے نہیں ہونا چاہیے۔ مگر محترم اداریہ نویس یہ تو بتائیں کہ جب ایک طبقے کی خوشیاں منانے کا انداز دوسرے طبقہ کے لئے عذاب بن جائے تو پھر کیا کیا جائے۔ جب بسنت کے نام پر لہوولعب اور شاہی قلعہ جیسے پروگرام ہونے لگ جائیں تو کیا پھر بھی چشم پوشی کی جائے؟ بسنت کے مخالف صرف علما ہی تو نہیں ہیں، نوائے وقت جیسے اخبارات، سماجی تنظیمیں اور ہر مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں۔ خوشیاں سمیٹنے کے اور بھی تو بہت طریقے ہیں، آخر ہندوانہ تہوار پر ہی اصرار کیوں کیا جائے!!

❻ ہمارا بھی نقطہ نظر یہ ہے کہ ہر شے کو لہوولعب قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مگر گذشتہ چند برسوں میں 'بسنت' کے 'قومی تہوار' کا مشاہدہ کرنے والا کون سلیم الطبع شخص ہے جو اسے لہوولعب نہیں سمجھتا؟ اگر کوئی شخص اسے لہوولعب نہیں سمجھتا، اسے چاہئے قرآن وسنت میں لہوولعب کے تصور کا خود مطالعہ کرلے۔

www.KitaboSunnat.com

ان معروضات کے بعد روزنامہ پاکستان کے اداریے کے یہ الفاظ دیکھئے:

''ہمارے نظریات اور خیالات واضح ہیں۔ اسلام ہمارا سرمایۂ حیات ہے اور ہماری کل کائنات ہے۔ اسلامی اقدار کا فروغ، ان کی پاسبانی اور ترجمانی ہمارے لئے وجہ اعزاز اور وجہ افتخار بھی۔ اسلام ہی ہماری منزل اور اسلام ہی ہماری آرزو ہے لیکن ہم بے روح مذہبیت اور قدامت پرستی کو اسلام قرار دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔''

محترم اداریہ نویس کے جذبات قابل تعریف ہیں، مگر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے فرض کرلیا ہے کہ بسنت کی مخالفت کرنے والے سب لوگ 'بے روح مذہبیت' اور 'قدامت پرستی' کا شکار ہیں۔ بسنت کے نام پر لہوولعب، خرافات، شراب و کباب اور ایک ہندوانہ تہوار کی مخالفت کو وہ جو چاہیں نام دیں، ہم اسے ثقافتی لبرل ازم سمجھتے ہیں اور اسے اسلامی ثقافت قرار دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اس اداریے کا آخری حصہ بھی قابل توجہ ہے:

''ہم پاکستان کے انتہائی ممتاز دانشور جناب اشفاق احمد سے متفق ہیں کہ یہ تہوار پتنگ میلہ ہے ...... یاد رکھئے 'پتنگ میلے' یا 'جشن بہاراں' کے خلاف محاذ بنانا کارِ لاحاصل ہے، اسے اخلاقی حدود کا البتہ پابند رہنا چاہئے۔ ...... 'پتنگ میلے' یا 'بسنت' میں جہاں حدود سے تجاوز کیا جائے، وہاں عصائے احتساب کو گردش میں آنا چاہئے۔''

ہمارے خیال میں اس طرح کے لبرل ثقافتی فیسٹیول کو اخلاقی حدود کا پابند بنانے کی خواہش ناقابل عمل ہے۔ اس طرح کے وسیع پیمانے پر ثقافتی ہنگامہ آرائی کو عصائے احتساب کو گردش میں لاکر کنٹرول کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ کسی کام کی کھلم کھلا آزادی دے کر اسے کنٹرول نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ اس طرح کے غیر اخلاقی، سماج دشمن، انسانی جانوں کے لئے خطرناک پروگرامات کی شروع ہی سے بیخ کنی کی جائے۔

پتنگ بازی کے حق میں دلائل

پتنگ بازی پر پابندی اُٹھانے کے حق میں سب سے بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ پتنگ سازی ایک صنعت کا درجہ اختیار کرچکی ہے اور اس سے سینکڑوں خاندانوں کے روزگار وابستہ ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پتنگ اور ڈور کے کاروبار میں ہزاروں لوگوں کے لئے روزگار کے مواقع ہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ لاہور جیسے شہروں میں کیا ایسے کاروبار کو جاری رکھنے کی

www.KitaboSunnat.com

اجازت دی جاسکتی ہے جس کے نقصانات بھی بہت ہیں۔

جب بھی کوئی ریاست کسی نفع بخش کاروبار یا پیشے کو معاشرے کے اجتماعی مفادات سے متصادم محسوس کرتی ہے، تو اس پر قانونی پابندیاں عائد کردیتی ہے، اس وقت یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اس پابندی سے کتنے خاندانوں کا روزگار متاثر ہوگا۔ صوبہ سرحد کے سنگلاخ پہاڑوں کے درمیان رہنے والے ہزاروں خاندان ایسے ہیں جو پوست (Poppy) کی کاشت سے ہزاروں روپے کی ماہانہ آمدنی حاصل کررہے تھے اور ان کا بظاہر کوئی متبادل ذریعہ معاش بھی نہیں تھا۔ مگر چونکہ اس سے ہیروئن پیدا ہوتی ہے، اس لئے اسے معاشرے کے لئے خطرناک سمجھ کر اس پر پابندی عائد کردی گئی۔

ابھی چند سال پہلے میاں نواز شریف کی حکومت نے شادی بیاہ کی تقریبات میں کھانوں پر پابندی عائد کردی تھی۔ شادی گھروں اور دیگر متعلقہ اداروں نے اس پر کافی احتجاج کیا اور سینکڑوں خاندانوں کے روزگار متاثر ہونے کا واویلا بھی بہت مچایا گیا، مگر چونکہ یہ پابندی معاشرے کے اجتماعی مفاد میں تھی، اسے سماجی حلقوں نے سراہا۔ حال ہی میں لاہور میں ویگنوں کو ختم کرکے بڑی بسوں کو چلانے کی اجازت دی گئی ہے۔ حکومت کے اس فیصلے سے سینکڑوں خاندان متاثر ہوئے ہوں گے، اگر لاہور میں شراب کی کھلے عام اجازت دی جائے تو سینکڑوں خاندان شراب بنانے کو ذریعہ معاش بنالیں گے۔ مگر کیا محض چند سو خاندانوں کو معاشی وسائل فراہم کرنے کے لئے پورے معاشرے کو نقصان پہنچانے کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

آخر اس استدلال کا اطلاق نام نہاد پتنگ سازی کی صنعت پر کیوں نہیں کیا جاتا۔ مزید برآں پتنگ اور ڈور کا کاروبار چند ہفتوں پر محیط ہوتا ہے، بہت کم لوگ ہیں جو سارا سال اسی کاروبار سے وابستہ رہتے ہوں۔

پتنگ بازی اور بسنت منانے کے حق میں دوسری دلیل یہ دی جاتی ہے کہ بسنت کے موقع پر اربوں روپے کا کاروبار ہوتا ہے۔ نجانے کس طرح اَعداد وشمار جمع کئے جاتے ہیں، مگر کہا جاتا ہے کہ ہر سال تقریباً دو ارب روپے کا کاروبار ہوتا ہے۔ اس کاروبار کی نوعیت کیا ہے؟ ہر سال کروڑوں روپے پتنگ اور ڈور پر خرچ کردیئے جاتے ہیں، کروڑوں روپے کھابے اُڑانے میں ضائع کردیئے جاتے ہیں، شراب وسیع پیمانے پر فروخت ہوتی ہے، ہوٹلوں کا کاروبار خوب چمکتا ہے۔ لاکھوں روپے لاہور کی شاہراہوں کو سجانے پر خرچ ہوجاتے ہیں، عمارتوں کی آرائش

www.KitaboSunnat.com

کے لئے لاکھوں کا خرچہ ہوتا ہے، موسیقی، راگ رنگ، اور مغنیات پر کروڑوں کا خرچ اُٹھتا ہے، بسنتی لباس تیار کرانے میں عورتیں بے دریغ خرچ کرتی ہیں، یہ لباس شاید ایک دن ہی پہنا جاتا ہے۔ گھر گھر ضیافتیں اُڑائی جاتی ہیں۔ کیا ان میں سے کوئی ایک خرچ بھی ایسا ہے جسے تعمیری کہا جاسکے۔ یہ سب اسراف وتبذیر، فضول خرچی اور عیاشی کے زمرے میں آتے ہیں۔ عیاش اور متمول طبقہ بسنت کے موقع پر گوشت اور دیگر اشیاے ضرورت کا اس قدر زیادہ استعمال کرتا ہے کہ اس سے مارکیٹ کئی ہفتے متاثر رہتی ہے۔ طبقہ امرا کی انہی بے جا عیاشیوں کی وجہ سے گوشت جیسی اہم چیز غریب آدمی کی قوتِ خرید میں نہیں رہی۔

ایک ایسی قوم جس پر ۳۶/ ارب ڈالر کا قرضہ واجب الادا ہو، اس کے لئے اس طرح کے غیر تعمیری مصارف پر ایک دن میں اربوں روپے اُڑانا باعثِ فخر نہیں، باعثِ شرم ہی ہے پتنگ بازی کے لئے استعمال ہونے والے سامان کا بہت سارا حصہ بھارت سے درآمد کیا جاتا ہے۔ ہمارے ماہرین معاشیات کو چاہئے کہ وہ قوم کو صحیح حقائق سے آگاہ کریں تاکہ بسنت مافیا نے اربوں روپے کے کاروبار کا جو ڈھونگ اور فسوں رچا رکھا ہے، اس کی حقیقت بھی واضح ہوجائے۔ جس قوم کی ۳۴ فیصد آبادی خطِ افلاس سے بھی نیچے زندہ رہنے پر مجبور ہو، اس قوم کی اشرافیہ کے لئے یہ بسنتی تعیّشات وجہ افتخار نہیں ہوسکتے!!

مزید برآں لیسکو کے چیئرمین اور لاہور کے ضلعی ناظم کے بیان کے مطابق گزشتہ سال دھاتی تار کی وجہ سے بجلی کی ہونے والی ٹرپنگ سے لیسکو کو اڑھائی ارب کا نقصان اٹھانا پڑا۔

(پتنگ بازی پر پابندی کیوں؟ از میاں عامر محمود، روزنامہ پاکستان: یکم جولائی ۲۰۰۳ء)

بجلی کی بار بار ٹرپنگ سے گھریلو اشیا اور صنعتوں کی پیداوار کو پہنچنے والے نقصان کا تو اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ دو ارب کے کاروبار کی بات کرنے والوں کو ان نقصانات کو سامنے رکھ کر معاشی میزانیہ مرتب کرنا چاہیے۔

۲۰۰۳ء میں بسنت کو لاہور میں جوش وخروش سے منایا گیا، مگر سرکاری سرپرستی میں قدرے کمی آگئی۔ دھاتی ڈور کی وجہ سے ہونے والی ہلاکتوں کا شدید ردّ عمل بھی سامنے آیا۔ بسنت کے بعد بھی جب ہلاکتوں اور واپڈا کے نقصانات کا سلسلہ جاری رہا تو ضلعی حکومت اپنی پالیسی بدلنے پر مجبور ہوگئی۔ یکم جولائی ۲۰۰۳ء سے پتنگ بازی پر پابندی لگا دی گئی۔ میاں عامر محمود نے اس پابندی کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہا کہ گزشتہ دو ماہ میں پتنگ بازی کی وجہ سے

۱۷ قیمتی جانیں ضائع ہوئیں اور گزشتہ سال لیسکو کو اڑھائی ارب کا نقصان برداشت کرنا پڑا۔

یہ بات حیران کن نہیں کہ اس پابندی کو ان دانشوروں نے بھی سراہا جنہوں نے بسنت کو قومی وثقافتی تہوار کے طور پر منانے کے لیے سوسو تاویلات پیش کی تھیں۔ ذرائع ابلاغ نے اور سماجی حلقوں نے بھی اس پابندی کو نگاہِ تحسین سے دیکھا۔ اس کے علاوہ لاہور کی خونی بسنت (۹ فروری ۲۰۰۳ئ) کے بعد راولپنڈی، گوجرانوالہ، قصور اور حافظ آباد کے ضلعوں کے ناظمین نے اپنے اپنے ضلع میں بسنت منانے پر فوری طور پر پابندی عائد کر دی۔

درج ذیل منتخب بیانات اور رپورٹوں سے مثبت عوامی ردعمل کو بخوبی جانچا جا سکتا ہے:

پابندی پر خیر مقدمی بیانات

① پی ایچ اے کے سربراہ کامران لاشاری نے اس پابندی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ”جو مزاجِ حکومت میں آئے ہمارا سر تسلیم خم ہے۔ پابندی پر میرا تبصرہ صرف اتنا ہے کہ ہم سرنگوں کر دیں گے۔“ (نوائے وقت: ۳/ جولائی ۲۰۰۳ء)

② ”پتنگ بازی پر پابندی کی خلاف ورزی کرنے والوں کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے گا۔“ (وزیر اعلیٰ پرویز الٰہی کا بیان شائع شدہ جنگ: ۲/ جولائی ۲۰۰۳ء)

③ ضلعی حکومت لاہور نے انسانی جانیں بچانے کے لئے صحیح وقت پر صحیح قدم اٹھایا۔ (نوائے وقت: ۲/ جولائی ۲۰۰۳ئ)

④ بے گناہ بچوں اور نوجوانوں کے خون سے پہلے ہی پتنگ بازی پر پابندی لگنی چاہئے تھی۔ (’انصاف‘ سروے: ۲/ جولائی ۲۰۰۳ء)

⑤ پتنگ بازی پر پابندی: ایک مستحسن فیصلہ۔ (روزنامہ ’دن‘ کا اداریہ، ۲ جولائی ۲۰۰۳ء)

⑥ ”میاں عامر محمود نے عوامی مفاد میں ایک انسانی قدم اٹھایا ہے تو اسے اپنے موقف پر چٹان کی طرح ڈٹ جانا چاہئے اور بے شک میاں عامر محمود اس سلسلہ میں مبارکباد اور شاباش کا مستحق ہے کہ اس نے ووٹ بنک اور مافیا کی پروا کئے بغیر معصوم اور بے گناہ شہریوں کے قتل عام کو لگام دینے کا آغاز کیا۔“ (حسن نثار کا کالم ’چوراہا‘ روزنامہ ’جنگ‘ ’قتل عام اور میاں عامر‘ ۲/ جولائی ۲۰۰۳ء)

⑦ ”پتنگ بازی پر پابندی ضلعی حکومت کا پسندیدہ اقدام ہے۔ لیکن اس پر مکمل طور پر عمل درآمد نہ ہوا تو یہ ضلعی حکومت کی بدنامی کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ ہم والدین سے بھی

www.KitaboSunnat.com

گذارش کریں گے کہ وہ اپنے بچوں کو پتنگ بازی کے فضول شوق سے منع کریں۔سماجی انجمنوں کے راہنماؤں،علمائے کرام اور معاشرہ کے بااثر افراد کو اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔"

(روزنامہ 'پاکستان' کا اداریہ، یکم جولائی ۲۰۰۳ء)

⑧ پتنگ بازی پر پابندی لگانے سے ہم ضلعی ناظم کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ایسی پابندی پورے ملک میں لگائی جائے۔ (انجمن تاجرانِ گلبرگ،ایکسپریس،یکم جولائی ۲۰۰۳ء)

⑨ حکومت تین ماہ کی بجائے ہمیشہ کے لئے پتنگ بازی اور ڈور بنانے پر پابندی عائد کرے۔ پتنگیں بنانے اور اُڑانے والوں کو پھانسی دی جائے۔

(اینٹی کائٹ فلائنگ ایسوسی ایشن۔'پاکستان' یکم جولائی ۲۰۰۳ء)

⑩ ہمارے اس اقدام کا عوام نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ خیر مقدم کیا ہے۔

⑪ "بہرکیف بعد از خرابی بسیار ہماری بلدیاتی حکومت نے اس طرف توجہ دی ہے اور اعلان کیا ہے کہ فی الحال تین ماہ کے لئے اس خون ریزی کا سامان بند رکھا جائے گا۔اگر میاں عامر صاحب اس حکم پر عملدرآمد کرا لیتے ہیں تو ان کو لاہوریوں کی طرف سے شاباش ملنی چاہیے۔"

(عبدالقادر حسن، جنگ کالم،۲۶/جون ۲۰۰۳ء)

⑫ طویل عرصے بعد یہ پہلی اتوار تھی جب لوگوں نے چھٹی کا دن اپنے گھروں میں آرام سے گذرا۔(کالم عباس اطہر 'کنکریاں': ۸ جولائی ۲۰۰۳ئ)

⑬ میاں عامر کو مبارکباد کہ انہوں نے اہل لاہور کو ایک عذاب سے بچایا۔

(عبدالقادر حسن، جنگ کالم، ۹/جولائی ۲۰۰۳ئ)

⑭ پتنگ بازی پر پابندی کو لاہوریئے قبول نہیں کریں گے۔ (مخالفت میں واحد آواز)

(یوسف صلاح الدین، ایکسپریس: ۲ جولائی ۲۰۰۳ء)

پتنگ بازی پر پابندی

اگست ۲۰۰۳ء میں لاہور سٹی گورنمنٹ نے لاہور شہر میں پتنگ بازی پر دو ماہ کے لئے پابندی لگا دی۔سماجی حلقوں نے اس فیصلے کو بے حد سراہا اور مطالبہ کیا کہ یہ پابندی مستقل بنیادوں پر عائد کردی جائے۔کائٹ فلائنگ ایسوسی ایشن نے اسے ہائی کورٹ میں چیلنج کیا مگر ضلعی حکومت نے بجلی ٹرپنگ، پانی کی بندش اور پتنگ بازی کے نتیجے میں ہونے والی ہلاکتوں کے اَعداد وشمار کو اپنے دفاع میں ایں طور پیش کیا کہ ہائی کورٹ نے اس پابندی کو برقرار رکھنے

www.KitaboSunnat.com

کی اجازت دی۔ عوام الناس نے بھی سکھ کا سانس لیا۔ مگر بسنت اور پتنگ بازی کی حامی تنظیموں اور اداروں کی طرف سے اس پابندی کے خلاف احتجاج جاری رہا۔

ضلعی حکومت کی طرف سے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جسے پتنگ بازی پر پابندی کے بارے میں سفارشات مرتب کرنے کو کہا گیا۔ ضلعی ناظم میاں عامر محمود اس کمیٹی کے سربراہ تھے، دیگر ارکان میں سینیٹر خالد رانجھا، عارف نظامی، ضیاء شاہد، مجیب الرحمن شامی، ابتسام الٰہی ظہیر، مقصود احمد قادری، حیدر علی مرزا، خالد سلطان، کائٹ ایسوسی ایشن کے ملک شفیع اور میاں عبدالوحید شامل تھے۔ مؤرخہ ۸/جنوری ۲۰۰۴ء کو کمیٹی نے اپنی سفارشات پیش کیں جس میں اتفاق رائے سے یہ مطالبہ شامل تھا کہ محض جشن بہاراں کے لئے مذکورہ پابندی غیر مشروط طور پر نہ اٹھائی جائے، دھاتی تار اور تندی کے استعمال کے باعث ہونے والے نقصان کی روک تھام کے لئے باقاعدہ قانون سازی کی جائے۔

کمیٹی کے ۸/ارکان نے پتنگ بازی پر پابندی مستقل طور پر برقرار رکھنے اور دس ارکان نے کھیل کے قواعد وضوابط وضع کرکے اس کی اجازت دینے کے حق میں رائے دی۔ کمیٹی نے تجویز کیا کہ لاہور کی حدود میں پتنگ بازی پر مستقل طور پر پابندی عائد کردی جائے، تاہم شہر سے باہر کھلے میدانوں مثلاً جلو پارک، رائے ونڈ لاہور، لاہور پارک، ڈیفنس گراؤنڈ، شاہدرہ گراؤنڈ وغیرہ تک محدود کردیا جائے۔ دھاتی تار استعمال کرنے والوں سے جرمانہ وصول کیا جائے۔ ارکانِ قومی وصوبائی اسمبلی، وزرائ، سرکاری افسران اور دیگر معروف شخصیات پتنگ بازی کی سرگرمیوں سے خود کو علیحدہ رکھیں تاکہ میڈیا ان سرگرمیوں کی نمایاں کوریج نہ کرسکے۔ موٹا دھاگہ استعمال کرنے پر پابندی کے علاوہ ان دنوں کے بعد سارا سال پتنگ اور ڈور کی خرید وفروخت پر مکمل پابندی عائد ہو۔ (نوائے وقت: ۹/جنوری ۲۰۰۴ئ)

مذکورہ بالا کمیٹی کی سفارشات کے علی الرغم حکومت پنجاب نے ۲۰/جنوری ۲۰۰۴ء سے ۲۰/فروری ۲۰۰۴ء تک پتنگ بازی سے پابندی اٹھانے کا اعلان کیا۔ البتہ دھاتی ڈور اور تندی کے استعمال پر پابندی کو بدستور برقرار رکھا۔ (نوائے وقت: ۱۵/جنوری ۲۰۰۴ئ)

سنا ہے کہ ضلعی ناظم میاں عامر محمود اس پابندی کو اٹھانے کے حق میں نہیں تھے۔ وزیراعلیٰ پنجاب جناب پرویز الٰہی بھی بسنت اور پتنگ بازی کے حامی نہیں ہیں۔ ۲۰۰۳ء کی بسنت کے موقع پر انہوں نے اپنے آپ کو بسنتی پروگراموں سے الگ تھلگ رکھا۔ وہ کسی بھی پروگرام

www.KitaboSunnat.com

میں شریک ہوئے، نہ ہی انہوں نے سرکاری طور پر بسنت کی سرپرستی کی۔

۲۰ رجنوری ۲۰۰۴ء کو پتنگ بازی پر پابندی اُٹھائی گئی۔ اس کے بعد آنے والے پہلے اتوار (۲۵ رجنوری) کو تین ہلاکتیں رپورٹ ہوئیں۔ ۲۰ رسالہ ناصر جاوید دھاتی تار والی پتنگ پکڑتے ہوئے کرنٹ لگنے سے جاں بحق ہوگیا۔شاد باغ کا ایک نوجوان علی موٹر سائیکل پر جا رہا تھا کہ اس کے گلے میں پتنگ کی دھاتی تار پھر گئی۔(جنگ) درایں اثنا فیروز پور روڈ پر ایک موٹر سائیکل سوار سکندر اکرام کی گردن ڈور کی زد میں آکر کٹ گئی۔(نوائے وقت)

❁ حکومتِ پنجاب کو چاہیے کہ وہ شہریوں کی قیمتی جانوں کے تحفظ کے لیے پتنگ بازی پر پابندی اُٹھانے کے فیصلہ پر نظر ثانی کرے۔

بسنت اور پتنگ بازی جیسے جان لیوا شغل پر پابندی عائد ہونی چاہیے، کیونکہ......

① ہندؤوں کے موسمی تہوار بسنت کا بنیادی فلسفہ اسلام کے ثقافتی نصب العین کے منافی ہے۔

② بسنت کے پردے میں پاکستان میں مغربی لبرل ازم کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

③ بسنت اور پتنگ بازی کی وجہ سے انسانی جانیں غیر محفوظ ہیں۔

④ پتنگ بازی کی وجہ سے واپڈا جیسے قومی اداروں کو اربوں کا نقصان برداشت کرنا پڑا۔

⑤ بسنت کا نام نہاد تہوار اسراف وتبذیر اور فضول خرچی کا باعث بنتا ہے۔

⑥ بسنت کے موقع پر ہلڑ بازی اور شور سے سماجی سکون تلپٹ ہوتا ہے۔

⑦ یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ لاہور میں بسنت پنچمی کا میلہ گستاخِ رسول حقیقت رائے دھرمی کی یاد میں شروع ہوا۔مسلمانوں کی دینی حمیت سے بعید ہے کہ وہ اس طرح کے میلے کو منائیں۔ (محمد عطاء اللہ صدیقی)

☆اس جہاد میں شرکت کیلئے ادارہ محدث کا شائع کردہ کتابچہ 'بسنت' دفتر سے منگوا کر تقسیم کریں۔ قیمت ۵ روپے

افسوس ناک خبر: علمی وفکری حلقوں میں یہ خبر شدید رنج والم سے پڑھی جائے گی کہ معروف محقق ء کو فوجی ہسپتال، لاہور میں پیٹ کے مختصر آپریشن کے چند ۲۰۰۴ رجنوری ۲۰ جناب ریاض الحسن نوری منگل دن بعد انتقال کر گئے۔آپ اپنی منفرد کاوشوں اور نادر معلومات کا خزینہ ہونے کی حیثیت سے دینی اور قانونی دہائیوں پر محیط ۳ حلقوں میں غیر معمولی احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ مدیر اعلیٰ اور ادارۂ محدث سے گہرے تعلق میں ان کی سیکڑوں علمی کاوشیں موجود ہیں، جن میں سے متعدد محدث کے صفحات پر شائع بھی ہوچکی ہیں۔ محدث عنقریب ان کی سوانح حیات کے علاوہ علمی کارناموں کی جامع رپورٹ شائع کررہا ہے۔ اس افسوسناک موقع پر ہم ان کی اہلیہ، بیٹی اور داماد سے تعزیت کرتے ہوئے جناب نوریؒ کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے قارئین سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ (حافظ عبدالرحمن مدنی و ادارہ محدث)

www.KitaboSunnat.com

بسنت کی رنگینیوں میں گم قوم کی مست حالی جناب عرفان صدیقی

غیرتِ قومی اور امریکہ!

ایسی کیفیت کبھی طاری نہیں ہوئی؛ دل کے عین وسط میں ایک انگارہ سا مسلسل دہک رہا ہے۔ دماغ میں دوڑتی باریک رگوں میں جیسے کوئی مسلسل سوئیاں سی چبھو رہا ہے، اعصاب شکستگی سے نڈھال اور خستگی سے چور ہیں۔ سوچ کی مرجھائی شاخ پر کسی خیال کی کوئی کونپل نہیں پھوٹ رہی۔ قلم پر اُنگلیوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی ہے اور لفظ روٹھ جانے والے دوستوں کی طرح میری فکر سے گریزاں ہیں۔ نوحے لکھتے لکھتے تھک چکا ہوں اور آنکھوں سے شکستہ خوابوں کی کرچیاں چننے کا حوصلہ نہیں رہا۔ سرابوں کا تعاقب کرتے کرتے پاؤں چھلنی ہوچکے ہیں اور دماغ اُسلوب و ہنر کے سارے قرینے بھولتا جارہا ہے!!

شکستِ خواب کے اس موسم نے دل و نظر کی ساری بستیاں ویران کردی ہیں۔ وہ ساری علامتیں جو ہماری آنکھوں میں زندگی کی جوت جگاتیں، ہمارے دلوں میں عزم و ہمت کے چراغ روشن کرتیں، ہماری اُمنگوں اور تمناؤں کو بال و پر عطا کرتیں، ہمیں سربلند ہو کر پورے قد کے ساتھ کھڑا ہونے کا بانکپن بخشتیں اور اُداس شاموں میں بھی اُمید کی قوسِ قزح بن جایا کرتی تھیں، ایک ایک کرکے ہچکیاں لے رہی ہیں۔ وہ ساری علامتیں جنہیں ہم اپنے سر کا تاج سمجھتے، جنہیں اپنے ایمان و یقین کا جوہر قرار دیتے اور جنہیں اپنا سرمایۂ افتخار جانتے تھے، آہستہ آہستہ مصلحتوں اور مفاہمتوں کے کوڑا دان میں پھینکی جارہی ہیں۔

میں شاید پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ نائن الیون (۱۱/ ستمبر) نے افغانستان اور عراق کا کچھ نہیں بگاڑا۔ چند انسانوں کا لہو اور کچھ عمارتوں کے کھنڈر تاریخ کی میزان میں بہت زیادہ وزن نہیں رکھتے۔ قوموں کی آبروان کے احساسِ خودی سے ہوتی ہے جو سوختہ ساماں، امریکی فوج کی سنگینوں، بڑے دہانے کی توپوں، اور فولاد میں ڈھلے ٹینکوں کے سامنے، سلگتے گھروں اور سیاہ

www.KitaboSunnat.com

پوش گلیوں کے بیچ و بیچ مارچ کرتے ہوئے 'اللہ اکبر' اور 'امریکیو! واپس جاؤ' کے نعرے لگا سکتے ہیں، ان کا کوئی کیا بگاڑ لے گا؟ طالبان جیسے درویشانِ خدا مست کو کوئی کیسے مٹا سکے گا جو حکمرانی کے کروفر کو پاؤں کی ٹوٹی ہوئی چپل جتنی اہمیت بھی نہیں دیتے اور جن کے لئے عزتِ نفس سے آراستہ زندگی کی ایک سانس، غلامانہ زندگی کے ہزار سالوں سے بہتر ہے۔

اگر نائن الیون نے کسی ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے، اگر کسی ملک کے جیتے جاگتے انسانوں کو برف کی سلیں بنا دیا ہے اور اگر کسی ملک کو خودی کی ڈور سے کٹ جانے والی آوارہ پتنگ بنا کے رکھ دیا ہے تو وہ صرف پاکستان ہے!!

جنوں لٹ جانے والے اثاثوں کا گوشوارہ مرتب کرے تو شنگ وخشت کی دیواریں بھی ہچکیاں لینے لگیں۔ یہ عرصہ ہر اُس شے کو نگل گیا جسے ہم نے اپنے گھر کے ڈرائنگ روم کی سب سے نمایاں کارنس پر سجا رکھا تھا۔ ہماری سرزمین کی حرمت، ہمارے گھروں کا تقدس، ہمارے ہوائی اڈوں کی آبرو، ہمارے انجینئروں کی تحریم، ہمارے ڈاکٹروں کی تعظیم، ہمارے اہل خیر کی تکریم، ہمارے نظریۂ جہاد کی عظمت، ہماری قومی آزادی و خودمختاری، جہادِ کشمیر سے ہماری لازوال وابستگی، افغانستان سے ہمارا تاریخی رشتہ و تعلق، بھارت کے سامنے ہماری جرأت مندانہ استقامت...... "سب کچھ حوالہ شبِ تاریک ہو گیا!"

اب ہمارا جوہری پروگرام، غریب کی خوبرو بیٹی کی طرح سربازار ہو رہا ہے اور زمانے بھر کے اوباش قہقہے لگا رہے ہیں۔ سب کچھ گنوا دینے کے بعد بھی خوش گماں دستر خوانی قبیلہ یہ سمجھتا ہے کہ دو تین سائنس دانوں کے گلے میں ذلت و رسوائی کا طوق ڈال دینے سے بلا ٹل جائے گی؛ ایسا ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ کسی کی ڈاکٹر قدیر اور دوسرے جوہری سائنس دانوں سے نہ کوئی ذاتی دشمنی ہے، نہ لین دین۔ ہمارے قومی افتخار کی ان علامتوں کو چٹکیوں میں مسل دینے کے بعد اس 'گناہ' کو بے نام و نشان کرنے کی کوشش کی جائے گی جس کا ارتکاب ان سائنس دانوں نے کیا۔ مجھے دھڑکا سا لگا ہے کہ کسی بھی وقت فتنہ ساماں آندھیوں کا رخ فوج کے ادارے کی طرف موڑ دیا جائے گا اور فساد کی آگ جانے کیا کچھ بھسم کر ڈالے گی!!

ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے دو فلک بوس مینار تو چند لمحوں میں زمین بوس ہو گئے لیکن ہمارے اندر کے

www.KitaboSunnat.com

مینار قسطوں میں گر رہے ہیں۔ بے حسی چلن بن چکی ہے اور مجذوب قوم' حال مست ہے۔ جس خوف نے نائن الیون کی رات سے ہمارے حکمرانوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، وہی خوف پوری قوم کے رگ و پے میں بھی سرایت کرچکا ہے۔ خوفزدہ بستیاں اپنی آن بچانے کا ہنر بھول جاتی اور اپنے دل کی تسلی کے عجب سامان پیدا کرلیتی ہیں۔لاہور میں مسجد شہدا کے سامنے جوہری پروگرام کے زیر حراست معماروں کی آہ وبکا کرتی مائیں، بہنیں اور بیٹیاں جمع ہوئیں تو قریبی تاجروں نے انہیں کرسیاں پیش کیں اور پھر یہ کہہ کر دکانوں کو پلٹ گئے کہ "کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دینا۔" بھرے بازار میں کوئی نہ تھا جو ان کے ساتھ آنسو بہانے کی خاطر کھڑا ہو جاتا۔

میں نے آج آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے چہرے پر نظر ڈالی تو اس کی ایک ایک شکن میں خوف کے خیمے تنے دیکھے۔ کرب کے ایسے لمحوں میں افتخار عارف میری بڑی دستگیری کرتا ہے۔ اس کی ایک نظم ......

تمہیں کیا ہو گیا ہے!
بتاؤ تو سہی اے جانِ جاں، جانِ جہاں
آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے؟
اپنی ہی آواز سے ڈرنے لگے ہو!
اپنے ہی چہرے سے شرمانے لگے ہو!
بتاؤ تو سہی......آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے؟
چلو ہم نے یہ مانا......!
یہ زمانہ اب ہمارے اور تمہارے بس سے باہر
ہو گیا ہے!
ان دنوں میں، بے حسی کے موسم میں
دل کا خون ہونا مقدر ہو گیا ہے
مگر اس قہرماں بستی میں
دو آنکھیں تو ایسی ہیں کہ جن میں
کوئی اندیشہ نہیں ہے
اور جن کے خواب یکساں ہیں
بہت مبہم سہی، تعبیر کا امکان تو ہے
یہ شب گزرے، نہ گزرے صبح پر ایماں تو ہے!
تو پھر اے جانِ جاں! ویران کیوں ہو؟
اس قدر شاداب آنکھیں جب دعا گو ہیں
تو اتنے بے سروسامان کیوں ہو؟
بتاؤ تو سہی اے جانِ جاں!
آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے؟
اپنی ہی آواز سے ڈرنے لگے ہو
اپنے ہی چہرے سے شرمانے لگے ہو
اپنے ہی سائے سے گھبرانے لگے ہو!

(نقش خیال: روزنامہ 'نوائے وقت': مؤرخہ: ۲۵ جنوری ۲۰۰۴ء)

www.KitaboSunnat.com

شعائرِ اسلام

عیدالاضحیٰ کا پیغام؛ مسلمانانِ عالم کے نام!

لفظِ 'عید' عود سے مشتق ہے، جس کا معنی لوٹنا اور بار بار پلٹ کر آنا ہے۔اس کا نام عید اس لئے ہے کہ یہ ہر سال لوٹ کر آتی ہے اور کسی بھی چیز کے پلٹ کر آنے میں کوئی نہ کوئی حکمت پنہاں ہوتی ہے اور عید کے ہر سال لوٹ کر آنے میں بھی دنیا بھر کے مسلمانوں کو یہ سبق یاد دلانا مقصود ہوتا ہے کہ وہ جاہلیت کے اَطوار و عادات اور اہل جاہلیت کی تہذیب و ثقافت کو چھوڑ کر اپنے اصل اسلام کی طرف لوٹ آئیں، کیونکہ اسی سے ان کی کھوئی ہوئی عزت بحال ہوسکتی ہے۔ اقوامِ عالم پر قیادت کا حق جو ان سے چھن چکا ہے اور لوگوں کی صحیح رہنمائی کا دامن جو ان کے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے، تب نصیب ہوگا جب مسلمان، غیر مسلموں کی نقالی چھوڑ کر حقیقی دین و شریعت کی طرف پلٹ آئیں گے، اور اس بات کو سمجھ جائیں گے کہ اسلام، تمام مذاہبِ عالم سے بلند و بالا ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے نام ایسا پیغام ہے جو جاہلیت کی آمیزش اور اہل جاہلیت کے رسم و رواج کی ملاوٹ کو ہرگز قبول نہیں کرتا، دین اسلام میں کوئی بھی شخص آدھا مسلمان آدھا انگریز، اور آدھا تیتر آدھا بٹیر بن کر ان برکات کو ہرگز حاصل نہیں کرسکتا جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ماننے والوں سے کیا ہے۔ اسلام کی برکات کے حصول کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ اہل اسلام کفر و جاہلیت کی خاردار وادیوں سے دامن چھڑا کر اپنے اصل دین کی طرف لوٹ آئیں، تب ہی انہیں عید کی خوشیاں منانا زیب دیتا ہے!! یہ وہ سبق ہے جسے ذہن نشین کرانے کے لئے عید کا دن ہر سال پلٹ کر آتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ ان میں کھیل کود اور خوشی منانے کے لئے دو دن 'نوروز اور مہرجان' کے نام سے مقرر ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھا: یہ تہوار کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا: ''**كنا نلعب فيهما في الجاهلية**'' اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ دن جاہلیت سے ہمارے ہاں لہو و لعب کے لئے

www.KitaboSunnat.com

مخصوص چلے آرہے ہیں، آپ نے فرمایا: ''قد أبدلکم اللہ بھما خیرا منھما یوم الأضحیٰ و یوم الفطر'' (سنن ابی داؤد) ''اللہ نے تمہیں جاہلیت کے ان تہواروں سے کہیں بہتر عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دو دن عطا فرمائے ہیں۔''

آپ کا مقصد یہ تھا کہ جاہلیت کے تہواروں کو چھوڑ کر اسلامی شعائر کو اپنایا جائے۔ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لمحہ کے لئے بھی دین اسلام میں جاہلیت کی آمیزش کو گوارا نہ کیا، اور انسانی برادری کے ساتھ مل کر چلنے کو اہمیت نہیں دی، اظہارِ مسرت کی خاطر جاہلیت کے تہوار ترک کرکے اسلامی عیدوں کو پیش فرمایا، جو نتائج و مزاج کے اعتبار سے جاہلیت کے تہواروں سے کہیں بہتر ہیں، کیونکہ کفر و جاہلیت کی خوشی کی تقریبات میں شرم و حیا اور عفت و عصمت کی پامالی کے سب سامان ہوتے ہیں؛ مے نوشی، رقص و سرور کی محافل میں جنسی اختلاط جیسی خرافات جبین انسانیت کو داغدار کرتی ہیں۔ اسلام آیا تو اس نے خوشی کے دو دنوں کو برقرار رکھا، لیکن جاہلیت کی رسومات و خرافات کا خاتمہ کرکے ان کی جگہ عبادات اور سجود و صلوٰۃ کو رائج کردیا۔

یومِ عید کے ہر سال پلٹ کر آنے میں وقت کے حکمرانوں کے لئے بھی درسِ عبرت ہے کہ وہ اہل جاہلیت کے ساتھ مصالحت اور ان سے اتحاد کی پینگیں ڈالنے کی بجائے اپنے اسلام کی طرف لوٹیں اور ایک ایسی ریاست میں جو اسلام کے نام پر وجود میں آئی ہے، دستورِ اسلام کا نفاذ کریں اور مسلمانوں کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں۔ اسلام غیرت مندوں کا دین ہے، اسے ائمہ کفر کی چوکھٹ پر ذلیل نہ کریں، اور کسی بھی جامع مسجد میں عید کی نماز ادا کرتے وقت وہ پیغمبر اسلام کے اس فرمان کو عملی جامہ پہنانے کا عہد کریں کہ ''اسلام غالب ہونے کے لئے آیا ہے''...... لہٰذا اسے مغلوب نہ ہونے دیں۔

دوسری طرف عوام جب نمازِ عید سے فارغ ہوکر اپنے گھروں کو واپس لوٹیں تو وہ اپنے گھروں سے جاہلیت کے تمام عادات و اثرات کے استیصال کا عہد کریں، کیونکہ وہ اپنے گھروں کے سربراہ اور منتظم ہیں ''کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته'' (الحدیث) اور وہ اس بات کو پورے یقین و اعتماد سے لیں کہ ان کی بچیوں اور عورتوں کی عزت اوران کی عفت وعصمت کی حفاظت عریانی اوراپنے محاسن کے اظہار میں نہیں لہٰذا انہیں باپردہ ہو کر

www.KitaboSunnat.com

گھروں سے نکلنے کی تلقین کریں، گھر سے نکلنے سے لے کر واپس لوٹنے تک شیطان صفت لوگوں کی بُری نگاہوں سے محفوظ رہنے کے لئے وہ حضرت فاطمہ ؓ اور حضرت عائشہ ؓ کی زندگیوں کو اپنے لئے آئیڈیل بنائیں۔

نوجوانوں کو فرنگی تہذیب و ثقافت سے فریفتگی کی بجائے وہ انہیں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں زندگی گذارنے کا عادی بنائیں کیونکہ مغربی تہذیب و تمدن مارِ منقش کی طرح بظاہر دلکش نظر آتی ہے، جبکہ وہ اُخروی زندگی کے لئے سم قاتل کی حیثیت رکھتی ہے۔

عیدالاضحیٰ مسلمانوں کے لئے خوشی کا پیغام لے کر لوٹتی ہے اور حقیقی خوشی ان لوگوں کے لئے ہے جنھوں نے اپنے آپ کو تقویٰ کی خوبی سے آراستہ کرلیا اور قربانی کے دن جانور کے گردن پر چُھری چلانے سے پہلے اپنے نفس اَمارہ کے گلے پر چُھری چلا کر اپنے جان و مال کو اور اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے قربان کرنے کا عہد کرلیا۔

رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرام ؓ نے دریافت کیا: ''اے اللہ کے رسولؐ! یہ قربانی کیوں کی جاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: «سنة أبيكم إبراهيم عليه السلام» ''قربانی کرنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔'' حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کی سنت کو اہل اسلام کے لئے دین کا شعار بنادیا گیا ہے، ان کی زندگی کو سامنے رکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کے لئے اور اس کے دین کی سربلندی کے لئے بے شمار مشکلات کا سامنا کیا۔ گھر سے نکلے، اپنے وطن سے بے وطن ہوئے، آگ میں پھینک دیئے گئے لیکن یہ سب کچھ انہوں نے اپنے ربّ کی خاطر برداشت کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ عزت عطا کی جس کا تصور نہیں کیا جاسکتا تھا، لہٰذا جو شخص بھی دین اسلام کی سربلندی کی خاطر تکلیف اُٹھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی آخرت بھی درست کردیتا ہے اور اس کی دنیا بھی مثالی بنا دیتا ہے، اللہ تعالیٰ مسلمان عوام اور حکمران طبقہ کو غلبۂ اسلام کی خاطر محنت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین! محمد رمضان سلفی (مدیر كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ)

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو امن و سلامتی عطا فرمائے! آمین

قارئین 'محدث' کو عید الاضحیٰ مبارک

www.KitaboSunnat.com

فلسفہ شریعت

مولانا ابوالکلام آزادؒ

مقاصدِ حج اور اُمت ِ مسلمہ کا قیام

دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام کی ایک مابہ الامتیاز خصوصیت یہ ہے کہ اس نے تمام عبادات و اعمال کا ایک مقصد متعین کیا اور اس مقصد کو نہایت صراحت کے ساتھ ظاہر کردیا۔

نماز کے متعلق تصریح کی: {إنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ}(العنکبوت:۴۵)

''نماز ہر قسم کی بداخلاقیوں سے انسان کو روکتی ہے۔''

روزے کے متعلق فرمایا: {لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ}

''روزے کے ذریعہ تم لوگ پرہیز گار بن جاؤ گے۔''

زکوٰۃ کی نسبت بیان کیا:

{خُذْ مِنْ أَمْوَالِھِمْ صَدَقَةً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا}(التوبہ:۱۰۳)

''ان کے مال و دولت میں سے ایک حصہ بطورِ صدقہ لے لو، کیونکہ تم اس کے ذریعہ ان کو بخل اور حرص و طمع کی بداخلاقیوں سے پاک وصاف کرسکو گے۔''

مختلف احادیث نے اس سے زیادہ تصریح کردی:

الصدقة أوساخ المسلمين... تؤخذ من أغنيائهم وتردّ على فقرائهم [①]

''صدقہ مسلمانوں کا میل ہے، ان کے دولت مندوں سے لے کر ان کے محتاجوں کو دے دیا جاتا ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حج کے فوائد و منافع کو بھی نہایت وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا:

---

① یہ کوئی مستقل حدیث نہیں، بلکہ دو ٹکڑے ہیں جو دو الگ احادیث سے لئے گئے ہیں۔ نیز مذکورہ حدیث کا پہلا ٹکڑا کتب ِاحادیث میں إنما الصدقة أوساخ الناس (موطا:۱۵۹۲) یا أیدی الناس (مسند:۱۴۷۸۲) وغیرہ کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ أوساخ المسلمین کے الفاظ کسی روایت میں نہیں ہیں۔ اسی طرح حدیث کے دوسرے ٹکڑے میں إلی فقرائهم کی بجائے علی فقرائهم (بخاری: ۱۳۰۸) في فقرائهم (مسلم:۲۷) علی فقیرهم (بخاری:۶۸۲۴) توضع فی فقرائهم (نسائی:۲۴۵۷) کے الفاظ ہیں۔ ادارہ

www.KitaboSunnat.com

{لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ} (الحج:۲۸)

''حج کا مقصد یہ بھی ہے کہ لوگ اپنے اپنے فوائد کو حاصل کریں اور چند مخصوص دنوں میں خدا کو یاد کرلیا کریں۔''

حج اور بین الاقوامی تجارت

اس آیت میں قرآنِ حکیم نے جن فوائد کو حج کا مقصد قرار دیا ہے، ان سے اجتماعی و اقتصادی فوائد مراد ہیں، اور یہ حج کا ایک ایسا اہم مقصد ہے کہ ابتدا میں جب صحابہ کرام ؓ نے دینی مقاصد کے منافی سمجھ کر اسے بالکل چھوڑ دینا چاہا تو اللہ نے ایک خاص آیت نازل فرمائی:

{لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ} (البقرۃ:۱۹۸)

''اگر زمانۂ حج میں تجارتی فوائد حاصل کرو تو اس میں مذاہب کا کوئی نقصان نہیں۔''

قرآنِ حکیم کا عام طرزِ خطاب یہ ہے کہ وہ جزئیات سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرتا۔ اس کی توجہ ہمیشہ اہم باتوں کی طرف مبذول رہتی ہے۔ اس بنا پر خداوندِ تعالیٰ نے جس قسم کی تجارت کو حج کا مقصد قرار دیا اور اس کی ترغیب و حوصلہ افزائی کی، وہ عرب کی اقتصادی و تمدنی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ تھا۔ عرب اگرچہ ایک بادیہ نشین اور غیر متمدن قوم تھی، تاہم معاش کی ضرورتوں نے اس کو تمدن کی ایک عظیم الشان شاخ یعنی تجارت کی طرف ابتدا ہی سے متوجہ کردیا تھا۔ قریش کا قافلہ عموماً شام وغیرہ کے اَطراف میں مال لے کر جایا کرتا تھا، اور ان لوگوں نے وہاں کے رہنے والوں سے مستقل طرز پر تجارتی تعلقات پیدا کرلئے تھے۔ خود مکہ کے متصل عکاظ اور ذوالمجاز وغیرہ متعدد بازار قائم تھے اور وہ حج کے زمانے میں اچھی خاصی تجارتی منڈی بن جاتے تھے۔ پس اہل عرب کو نفسِ تجارت کی طرف متوجہ کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی، لیکن اسلام جو عظیم الشان و عالمگیر مدنیت پیدا کرنا چاہتا تھا، اس کی گرم بازاری کے لئے عکاظ، ذوالمجنۃ اور ذوالمجاز کی وسعت کافی نہ تھی، وہ دنیا کی تمام متمدن قوموں کی طرح تجارت بین الاقوام کا مستقل سلسلہ قائم کرنا چاہتا تھا، کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ عنقریب آفتابِ اسلام حجاز کی پہاڑیوں سے بلند ہو کر تمام بحر و بر پر چمکنے والا ہے!!

پس اس آیتِ کریمہ میں جن اقتصادی و تجارتی فوائد کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ ایک وسیع بین الملی تجارت کا قیام ہے۔ ورنہ اہل عرب جس قسم کی تجارت کرتے تھے، وہ تو ہر حالت میں قائم رکھی جاسکتی تھی، اور قائم تھی۔ البتہ تجارت بین الاقوام کا سلسلہ بالکل قیامِ امن و بسطِ عدل

www.KitaboSunnat.com

واجتماعِ عام پر موقوف تھا، اس لئے جب کامل امن وامان قائم ہو گیا اور حج نے راستے کے تمام نشیب و فراز ہموار کردیے تو اس وقت اللہ نے مسلمانوں کو تمدن کی اس منفعتِ عظیمہ کی ترغیبِ عام دی۔

مقاصدِ اعلیٰ و حقیقیہ

لیکن اس تصریح و توضیح کے علاوہ قرآنِ حکیم کا ایک طرزِ خطاب اور بھی ہے جو صرف خواص کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ قرآنِ حکیم کا عام اندازِ بیان یہ ہے کہ وہ جن مطالب کو عام طور پر ذہن نشین کرنا چاہتا ہے یا کم از کم وہ ہر شخص کی سمجھ میں آسکتے ہیں، ان کو تو نہایت کھلے الفاظ میں ادا کردیتا ہے۔ لیکن جن مطالبِ دقیقہ کے مخاطب صرف خواص ہوتے ہیں اور وہ عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتے، ان کو صرف اشارات و کنایات میں ادا کرتا ہے۔

مقاصدِ حج میں 'تجارت' ایک ایسی چیز تھی جس کا تعلق ہر شخص کے ساتھ تھا، اور اس کے فوائد و منافع عام طور پر سمجھ میں آسکتے تھے، اس لئے خدا نے اس کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا۔ لیکن حج کا ایک اہم مقصد اور بھی تھا جس کو اگرچہ صراحتاً بیان نہیں کیا گیا، لیکن قدم قدم پر اس کی طرف اس کثرت سے اشارے کئے کہ اگر ان تمام آیتوں کو جمع کردیا جائے تو کئی صفحے صرف انہی سے لبریز ہوجائیں......!!

حقائق و معارفِ الٰہیہ کے اظہار میں قرآن حکیم نے عموماً اسی قسم کا طرزِ خطاب اختیار کیا ہے جس سے باوجود ایہام کے حقیقت کا چہرہ بالکل بے نقاب ہوجاتا ہے: {وَمَا يَعْقِلُهَا اِلاَّ الْعَالِمُوْنَ}(العنکبوت:۴۳)سفر حج درحقیقت انسانی ترقیوں کے تمام مراحل کا مجموعہ ہے۔اس کے ذریعہ انسان تجارت بھی کرسکتا ہے، علمی تحقیقات بھی کرسکتا ہے، جغرافیہ اور سیاحتِ علمیہ کے فوائد بھی حاصل کرسکتا ہے، مختلف قوموں کے تمدن و تہذیب سے آشنا بھی ہوسکتا ہے، ان میں باہم ارتباط و علائق بھی پیدا ہوسکتے ہیں، اشاعتِ مذہب و تبلیغ حق و معروف کا فرض بھی انجام دے سکتا ہے، سب سے آخر اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تمام عالم کی اصلاح و ہدایت، و انسدادِ مظالم و فتن، و قلع و قمعِ کفار و مفسدین ، و اعلانِ جہاد فی سبیل الحق والعدالۃ کے لئے بھی وہ ایک بین المللی مرکز و مجمعِ عمومِ اہل ارض کا حکم رکھتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اُمتِ مسلمہ

لیکن ان تمام چیزوں سے مقدم اور ان تمام ترقیوں کا سنگِ بنیاد ایک خاص اُمتِ مسلمہ اور حزبُ اللہ کا پیدا کرنا اور اس کا استحکام و نشوونما تھا۔

حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے حج کا مقصد اوّلین اسی کو قرار دیا تھا:

{رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ} (البقرہ:۱۲۸)

''خدایا! ہم کو اپنا فرمان بردار بنا، ہماری اولاد میں سے اپنی ایک امتِ مسلمہ پیدا کر، اور اگر ہم سے اس فرماں برداری میں کوئی لغزش ہو تو اس کو معاف فرما، تو بڑا مہربان اور معاف کرنے والا ہے۔''

لیکن جس قالب میں قومیت کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے، اس میں دو قوتیں نہایت شدت اور وسعت کے ساتھ عمل کرتی ہیں: آب و ہوا اور مذہب۔ آب و ہوا اور جغرافیانہ حدودِ طبیعیہ اگرچہ قومیت کے تمام اجزا کو نہایت وسعت کے ساتھ اِحاطہ کرلیتے ہیں، لیکن ان کے حلقہ اثر میں کوئی دوسری قوم نہیں داخل ہوسکتی۔ یورپ اور ہندوستان کی قدیم قومیت نے صرف ایک محدود حصہ دنیا میں نشوونما پائی ہے، اور آب و ہوا کے اثر نے ان کو دنیا کی تمام قوموں سے بالکل الگ تھلگ کردیا ہے۔ لیکن مذہب کا حلقہ اثر نہایت وسیع ہوتا ہے۔ وہ ایک محدود قطعہ زمین میں اپنا عمل نہیں کرتا بلکہ دنیا کے ہر حصے کو اپنی آغوش میں جگہ دیتا ہے۔ کہ آب و ہوا کا طوفان خیز تصادم اپنے ساحل پر کسی غیر قوم کو آنے نہیں دیتا مگر مذہب کا اَبرِ کرم اپنے سائے میں تمام دنیا کو لے لیتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس عظیم الشان قوم کا خاکہ تیار کررہے تھے۔ اس کا مایۂ خمیر صرف مذہب تھا، اور اس کی روحانی ترکیب عنصر آب وہوا کی آمیزش سے بالکل بے نیاز تھی۔ جماعت قائم ہو کرا گرچہ ایک محسوس مادّی شکل میں نظر آتی ہے، لیکن درحقیقت اس کا نظامِ ترکیبی بالکل روحانی طریقہ پر مرتب ہوتا ہے۔ جس کو صرف جذبات وخیالات، بلکہ عام معنوں میں صرف قوائے دماغیہ کا اتحاد و اشتراک ترتیب دیتا ہے۔ اس بنا پر اس قوم کے پیدا ہونے سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مذہبی رابطہ اتحاد کے سررشتہ کو مستحکم کیا:

{إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَوَصّٰى بِهَا إِبْرَاهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يَا بُنَيَّ

إنَّ اللهَ اصْطَفٰی لَكُمُ الدِّيْنَ فَلاَ تَمُوْتُنَّ إلاَّ وَأنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ}

”جبکہ ابراہیم سے اس کے خدا نے کہا کہ صرف ہماری ہی فرمانبرداری کرو تو انہوں نے جواب دیا کہ میں مسلم ہوا پروردگارِ عالم کے لئے۔ اور پھر اسی طریقہ اسلامی کی انہوں نے اور یعقوبؑ نے اپنی نسل کو وصیت کی اور کہا کہ خدا نے تمہارے لئے ایک نہایت برگزیدہ دین منتخب کردیا ہے۔ تم اس پر عمر بھر قائم رہنا اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔“ (البقرۃ:۱۳۱،۱۳۲)

نشاۃِ اولیٰ

لیکن جماعت عموماً اپنے مجموعہ عقائد کو مجسم طور پر دنیا کی فضاے بسیط میں دیکھنا چاہتی ہے اور اس کے ذریعہ اپنی قومیت کے قدیم عہدِ مودّت کو تازہ کرتی ہے، اس لئے انہوں نے اس جدید النشاۃ قومیت کے ظہور و تکمیل کے لئے ایک نہایت مقدس اور وسیع آشیانہ تیار کیا:

{إذْ يَرْفَعُ إبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إنَّكَ أنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ} (البقرۃ:۱۲۷)

”جب ابراہیم اور اسماعیل خانۂ کعبہ کی بنیاد ڈال رہے تھے تو یہ دعا ان کی زبانوں پر تھی: خدایا ہماری اس خدمت کو قبول کرلے! تو دعاؤں کا سننے والا اور نیتوں کا جاننے والا ہے۔“

یہ صرف اینٹ پتھر کا گھر نہ تھا بلکہ ایک روحانی جماعت کے قالب کا آب و گل تھا، اس لئے جب وہ تیار ہوگیا تو انہوں نے اس جماعت کے پیدا ہونے کی دعا کی: {رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ} اب یہ قوم پیدا ہوگئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آخری وصیت کے ذریعہ اس روحانی سررشتہ حیات کو اس کے حوالے کردیا:

{وَوَصّٰى بِهَا إبْرَاهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ إنَّ اللهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلاَ تَمُوْتُنَّ إلاَّ وَأنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ} (البقرہ:۱۳۲)

”اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ دونوں نے اس روحانی طریقہ نشوونما کی اپنے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ خدا نے تمہارے لئے ایک برگزیدہ دین منتخب فرما دیا ہے، تم اسی پر قائم رہنا۔“

{إذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ إذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ إلٰهَكَ وَإلٰهَ اٰبَائِكَ إبْرَاهِيْمَ وَإسْمَاعِيْلَ وَإسْحٰقَ إلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ}

”اور پھر کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کے سر پر موت آ کھڑی ہوئی اور اس آخری وقت میں انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا: میرے بعد کس چیز کی پوجا کروگے؟ انہوں نے

www.KitaboSunnat.com

جواب دیا کہ ہم تیرے اور تیرے مقدس باپ ابراہیم و اسماعیل و اسحٰق کے خدائے واحد کی عبادت کریں گے، اور ہم اسی کے فرمانبردار بندے ہیں۔'' (البقرہ:۱۳۳)

آثارِ قائمہ و ثابتہ

اب اگرچہ یہ جماعت دنیا میں موجود نہ تھی اور اس کے آثارِ صالحہ کو زمانے نے بے اثر کردیا تھا:

{تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَا کَسَبْتُمْ} (البقرۃ: ۱۳۴)

''وہ قوم گذر گئی، اس نے جو کام کئے اس کے نتائج اس کے لئے تھے، اور تم جو کچھ کروگے اس کے نتائج تمہارے لئے ہوں گے۔''

لیکن اس کی تربیت و نشوونما کا عہدِ قدیم اب تک دستبردِ زمانہ سے بچا ہوا تھا، اور اپنے آغوش میں مقدس یادگاروں کا ایک وسیع ذخیرہ رکھتا تھا۔ اس کے اندر اب تک آبِ زمزم لہریں لے رہا تھا، صفا و مروہ کی چوٹیوں کی گردنیں اب تک بلند تھیں، مذبحِ اسماعیل اب تک مذہب کے گرم خون سے رنگین تھا، حجر اسود اب تک بوسہ گاہِ خلق تھا، مشاعرِ ابراہیم اب تک قائم تھے، عرفات کے حدود میں اب تک کوئی تبدیلی نہیں کی گئی تھی، غرض کہ اس کے اندر خدا کے سوا سب کچھ تھا اور صرف اسی کے جمالِ جہاں آرا کی کمی تھی۔ اس لئے اس کی تجدید و نفخِ روح کے لئے ایک مدت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا سب سے آخری نتیجہ ظاہر ہوا۔ اُنہوں نے کعبۃ اللہ کی بنیاد رکھتے ہوئے دعا کی تھی:

{رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَيُزَکِّيْهِمْ إِنَّکَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَکِيْمُ} (البقرۃ:۱۲۹)

''خدایا! ان کے درمیان انہی لوگوں میں سے ایک پیغمبر بھیج کہ وہ ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، اور ان کے نفوس کا تزکیہ کردے تو بڑا صاحبِ اختیار اور صاحبِ حکمت ہے۔''

چنانچہ اس کا ظہور وجودِ مقدس حضرت رحمۃ للعالمین و خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی صورت میں ہوا، جو ٹھیک اس دعا کا پیکر و ممثل تھا:

{هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِيْ الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهِ وَيُزَکِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ} (الجمعۃ:۲)

www.KitaboSunnat.com

''وہ خدا جس نے ایک غیر متمدن قوم میں سے اپنا ایک رسول پیدا کیا جو اللہ کی آیات اس کو سناتا ہے، اس کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے، اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔''

پس اُنہوں نے جو قوم پیدا کردی تھی، اس کے اندر سے ایک پیغمبر اُٹھا۔ اس نے اس گھر میں سب سے پہلے خدا کو ڈھونڈنا شروع کیا، لیکن وہ اینٹ پتھر کے ڈھیر میں بالکل چھپ گیا تھا۔ فتح مکہ نے اس انبار کو ہٹا دیا تو خدا کے نور سے قندیلِ حرم پھر روشن ہو گئی۔ وہ قوم جس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی، اس پیغمبر کے فیض صحبت سے بالکل مزکیٰ وتربیت یافتہ ہو گئی تھی۔ اب ایک مرکز پر جمع کرکے اس کے مذہبی جذبات کو صرف جلا دینا باقی تھا۔ چنانچہ اس کے خانہ کعبہ کے اندر لا کر کھڑا کردیا گیا، اوراس کی مقدس قدیم مذہبی یادگاروں کی تجدید واحیا سے اس کے مذہبی جذبات کو بالکل پختہ و مستحکم کردیا، کبھی ان سے کہا گیا:

{إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا} (البقرۃ:۱۵۸)

''صفا و مروہ خدا کی قائم کی ہوئی یادگاریں ہیں، پس جو لوگ حج یا عمرہ کرتے ہیں، اُن پر اِن دونوں کے درمیان طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

کبھی ان کو مشعر حرام کی یاد دلائی گئی:

{فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ} (البقرۃ:۱۹۸)

''جب عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام (مزدلفہ) کے نزدیک خدا کی یاد کرو۔''

خانۂ کعبہ خود دنیا کی سب سے قدیم یادگار تھی، لیکن اسکی ایک ایک یادگار کو نمایاں تر کیا گیا:

{فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ} (آل عمران:۹۷)

''اس میں بہت سی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔ منجملہ ان کے ایک نشانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔''

لیکن جو لوگ خدا کی راہ میں ثابت قدم رہے، ان کے نقش پا سجدہ گاہ خلق ہونے کے مستحق تھے، اس لئے حکم دیا گیا: {وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى} (البقرۃ:۱۲۵)

''اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو اپنا مصلیٰ بنالو۔''

مادّی یادگاروں کی زیارت صرف سیر و تفریح کے لئے کی جاتی ہے، لیکن روحانی یادگاروں سے صرف دل کی آنکھیں ہی بصیرت حاصل کرسکتی ہیں۔ اس لئے ان کے ادب واحترام کو

www.KitaboSunnat.com

انقاء و تبصر کی دلیل قرار دیا گیا:

{وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ} (الحج: ۳۲)

{وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِنْدَ رَبِّهِ} (الحج: ۳۰)

''اور جو لوگ خدا کی قائم کی ہوئی یادگاروں کی تعظیم کرتے ہیں، تو یہ تعظیم ان کے دلوں کی پرہیزگاری پر دلالت کرتی ہے۔ اور جو شخص خدا کی قرار دی ہوئی قابل ادب چیزوں کا احترام کرتا ہے، تو خدا کے نزدیک اس کا نتیجہ اس کے حق میں بہتر ہے۔''

آنحضرت ﷺ ان مقدس یادگاروں کے روحانی اثر و نفوذ کو دلوں میں جذب کر دینا چاہتے تھے، اس لئے خاص طور پر لوگوں کو ان کی طرف متوجہ فرماتے رہتے تھے:

«هذه مشاعر ابيكم ابراهيم»

''خوب غور سے دیکھو اور بصیرت حاصل کرو، کیونکہ یہ تمہارے باپ ابراہیم کی یادگاریں ہیں''

اعلانِ تکمیل

جب اسلام نے اس جدید النشاۃ قوم کے وجود کی تکمیل کردی اور خانہ کعبہ کی ان مقدس یادگاروں کی روحانیت نے اس کی قومیت کے شیرازہ کو مستحکم کردیا، تو پھر ملتِ ابراہیمی کی فراموش کردہ روِش دکھادی گئی:

{فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ} (آل عمران: ۹۵)

''پس ابراہیم کے طریقہ کی پیروی کرو جو صرف ایک خدا کے ہو رہے تھے۔''

اب تمام عرب نے ایک خطِ مستقیم کو اپنا مرکز بنالیا، اور قدیم خطوط منحیہ حرفِ غلط کی طرح مٹا دیئے گئے۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا تو اس کے بعد خدائے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا سب سے بڑا احسان پورا ہو گیا:

{اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيْنًا}

''آج میں نے تمہارے اس دین کو کامل کردیا جس نے تم کو ایک قومیت کے رشتے میں منسلک کردیا ہے، اور اپنے تمام احسانات تم پر پورے کردیئے، اور تمہارے لئے صرف ایک دین اسلام ہی کو منتخب کیا۔'' (المائدۃ: ۳)

(ہفت روزہ الہلال: ۲۸/ اکتوبر ۱۹۱۳ئ)

www.KitaboSunnat.com

اَحکام وشرائع　حافظ عمران ایوب لاہوری

قربانی کے بعض اہم مسائل

قربانی کی روح

شریعت کے وہ چند مسائل جو ہماری توجہ کسی نہ کسی تاریخی واقعہ کی طرف مبذول کرتے ہیں ان میں سے ایک قربانی بھی ہے۔ایسے مسائل سے مقصود محض انہیں مقررہ وقت پر کر لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ان تاریخی واقعات پر گہری نگاہ ڈالتے ہوئے اس جذبہ عبادت اور قربانی کی ناقابل فراموش کنہ وحقیقت کو سمجھ کر اپنانے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے جس کے باعث یہ مسائل ہماری اسلامی روایات میں جزولاینفک کی حیثیت اختیار کر گئے۔ جیسا کہ حاجیوں کے لیے صفا مروہ کی سعی کرنا محض ایک دوڑ نہیں ہے بلکہ یہ اس تاریخی واقعہ کی غماز ہے جس میں ایک طرف ننھا سا بچہ شدتِ پیاس کے باعث زمین پر ایڑیاں مارتا نظر آتا ہے اور دوسری طرف حضرت ھَاجِرَ علیہا السلام پانی کی تلاش میں صفا مروہ کی پہاڑیوں کے چکر لگاتی نظر آتی ہیں کہ جنہیں ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنی تمام تر محبتیں قربان کر کے مکہ کی بے آب و گیاہ زمین میں تنہا چھوڑ گئے تھے۔ بعینہٖ قربانی کا مسئلہ بھی ہے یعنی عیدِ قربان کے دن جانور ذبح کرنا، کچھ گوشت تقسیم کر دینا، کچھ کھالینا اور پھر خود کو شریعت کے ہر حکم سے آزاد تصور کرنا اور قربانی کے مقصد یا غرض وغایت پر سنجیدگی سے غور وفکر نہ کرنا، کسی طور کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ جانور قربان کرنے کے ساتھ ساتھ ابراہیم علیہ السلام کی مثالی اطاعت وفرمانبرداری اور اثر آفریں عقیدت واردات کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ جس کی وجہ سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنا کم سن خوبصورت بیٹا بھی قربان کرنے سے دریغ نہ کیا۔

اگرچہ چھری ذبح نہ کر سکی اور پھر حکم الٰہی کے مطابق مینڈھا ذبح کر دیا گیا لیکن وہ اللہ تعالیٰ سے کیسی محبت ہو گی اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہر چیز قربان کر دینے کا کیسا جذبہ ہو گا کہ جس کی بدولت وہ اس مشکل ترین عمل سے بھی پیچھے نہ ہٹے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اس محبت واطاعت کا صلہ یوں دیا کہ اس عمل کو تمام مسلمانوں کے لیے مسنون قرار دے کر قیامت تک کے لیے

ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو جاری وساری کر دیا۔ لامحالہ ہم سے بھی اسلام صرف جانوروں کی قربانی نہیں چاہتا بلکہ اس جذبہ اطاعت اور خشیت ِالٰہی کو بھی اُجاگر کرنا چاہتا ہے جس کے ذریعے ہم اپنی ہر چیز بوقت ِضرورت اللہ تعالیٰ کی خاطر قربان کردینے کے لیے تیار ہوجائیں۔ اور یقیناآج اسلام کو جانوروں کی قربانیوں سے کہیں زیادہ ہماری محبوب ترین اشیا یعنی مال، اولاد اور جان کی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس عمل کو محض ایک تہوار و رسم سمجھتے ہوئے تفاخر اور ریاء و نمود کا ذریعہ ہی نہ بنا ڈالیں کہ جس کے باعث ہمیں دنیا میں تو اسلامی شعائر وروایات اپنانے کا اعزاز مل جائے لیکن ہماری عقبیٰ تباہ وبرباد ہو کر رہ جائے بلکہ ہمیں چاہیے کہ اس عمل کے پیچھے چھپی اُس عظیم قربانی کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے ایمانوں کو اس قابل بنائیں جو ہمیں دنیاوی لہو ولعب اور مصنوعی عیش ونشاط سے نکال کر اپنی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر گوشہ رضاے الٰہی کی خاطر قربان کردینے کے لیے تیار کردے۔

قربانی کا معنی و مفہوم اور وجہ تسمیہ

لفظ قربانی 'قربان' سے مشتق ہے اور مصباح اللغات کی رو سے لغوی طور پر قُربان سے مراد "ہر وہ چیز ہے جس سے اللہ کا تقرب حاصل کیا جائے چاہے ذبیحہ ہو یا کچھ اور" (ص ۶۶۸)

صاحب ِقاموس فرماتے ہیں کہ "قُربان 'ضمہ' کے ساتھ یہ ہے کہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔" (القاموس المحیط: ص ۱۲۷)

صاحب المعجم الوسیط فرماتے ہیں کہ "قربان ہر وہ چیز ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے خواہ وہ ذبیحہ ہو یا اس کے علاوہ کچھ اور۔" (المعجم الوسیط: ص ۷۲۳)

بعض علما نے کہا ہے کہ لفظِ قربانی قرب سے مشتق ہے چونکہ اس عمل کے ذریعے قربِ الٰہی حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، اسی لیے اسے قربانی کا نام دیا گیا ہے۔

اصطلاحی اعتبار سے قربانی سے مراد

"اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریوں وغیرہ میں سے کوئی جانور عید الاضحیٰ کے دن یا ایامِ تشریق میں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے قربان کرنا ہے۔" (فقہ السنۃ از سید سابق: ۳۰/۱۹۵)

قربانی کی مشروعیت

قربانی ابراہیم علیہ السلام اور محمد ﷺ دونوں کی سنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان دونوں انبیا کی سنت اپنانے اور اتباع کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ (آلِ عمران: ۳۱)

علاوہ ازیں قربانی کی مشروعیت کے مزید دلائل حسبِ ذیل ہیں:

① ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} (الکوثر:۲)
''اپنے ربّ کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔''

② حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ''نبی کریمﷺ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا تھا۔'' (بخاری:۵۵۵۳)

③ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:
''جس کے پاس وسعت وطاقت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی ہرگز نہ آئے۔'' (ابن ماجہ:۳۱۲۳)

④ حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز سے پہلے (جانور) ذبح کرلیا، وہ دوبارہ قربانی کرے۔'' (بخاری:۵۵۴۹)

⑤ ایک روایت میں ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! بے شک ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی (کرنا مشروع) ہے۔'' (ابن ماجہ:۳۱۲۵)

⑥ امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ
''مسلمانوں کا قربانی کی مشروعیت پر اجماع ہے۔'' (المغنی: ج۱۳/ ص ۳۶۰)

قربانی کا حکم

اگرچہ اس کے حکم میں اختلاف ہے اور بعض علما نے صاحبِ استطاعت شخص کے لیے اسے واجب بھی قرار دیا ہے لیکن راجح بات یہ ہے کہ قربانی سنتِ مؤکدہ ہے اور یہ موقف محض راقم ہی کا نہیں بلکہ درج ذیل کبار علما بھی یہی موقف رکھتے ہیں:

ابن عمرؓ کا فتویٰ ہے: هي سنة ومعروف ''یہ سنت ہے اور یہ امر مشہور ہے'' (بخاری:۵۵۴۵)

امام ترمذیؒ کا فتویٰ: ''اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے کہ قربانی واجب نہیں ہے بلکہ رسول اللہﷺ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے اور اسی پر عمل کرنا مستحب ہے اور امام سفیان ثوریؒ اور امام ابن مبارکؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔'' (سنن ترمذی: بعد الحدیث:۱۵۰۶)

☞ وہ صورتیں جن میں قربانی واجب ہو جاتی ہے:

① اگر کوئی شخص نذر کے ذریعے اپنے اوپر قربانی واجب کرلے تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایمان والوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ذکر فرمایا

ہے کہ {يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ} (الدہر :۷) ''وہ نذر پوری کرتے ہیں۔''

اور ایک حدیث میں ہے کہ ''حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا
''جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی نذر مانی، وہ اس کی اطاعت کرے (یعنی اس نذر کو پورا کرلے)۔'' (بخاری:٦٦٩٦)

② کسی جانور کے متعلق اگر یہ نیت کرلی جائے کہ یہ اللہ کے لیے ہے یا یہ صرف قربانی کے لیے ہے تو پھر اسے اللہ کے لیے قربان کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اب وہ وقف ہوچکا ہے اور وقف چیز کا حکم یہ ہے کہ نہ تو اسے فروخت کیا جاسکتا ہے، نہ اسے ہبہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اسے وراثت میں تقسیم کیا جاسکتا ہے بلکہ اسے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی صرف کیا جائے گا جیسا کہ صحیح مسلم میں ابن عمر ؓ کی حدیث سے یہ بات ثابت ہے۔(دیکھئے مسلم:۴۲۲۴)

③ اگر کوئی شخص حالتِ احرام میں شکار کے جانور کو قتل کر بیٹھا تو اس پر فدیہ کے طور پر قربانی لازم ہو جائے گی۔ (دیکھئے المائدۃ:۹۵)

④ حج تمتع یا حج قران کرنے والوں کے لیے بھی قربانی کرنا واجب ہے۔

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: **فقہ الحدیث** از راقم اور **مناسکِ حج** از البانی

جو قربانی کی طاقت نہیں رکھتا، وہ کیا کرے؟

جیسا کہ گذشتہ سطور میں بیان کیا جاچکا ہے کہ قربانی سنتِ موکدہ ہے اور تقربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اس لیے جو قربانی کرسکتا ہے اسے ضرور قربانی کرنی چاہیے لیکن اگر کوئی اس کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو تو یقیناً اسے قربانی نہ کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ تو سنت ہے اور اگر انسان طاقت نہ ہونے کی وجہ سے فرض زکوٰۃ بھی ادا نہ کرے یا فرض حج بھی نہ کرے تب بھی اس پر بالاتفاق کوئی گناہ نہیں۔ ہاں ایسا شخص اگر قربانی کا اجر حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ ذوالحجہ کا چاند طلوع ہونے کے بعد اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے، بلکہ عید کے روز تک انہیں مؤخر کردے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''مجھے یوم الاضحیٰ کو عید کا حکم دیا گیا ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے لیے مقرر فرمایا ہے۔
ایک آدمی نے عرض کیا: آپ مجھے بتلائیں کہ اگر میں قربانی کے لیے مؤنث دودھ دینے والی بکری کے سوا نہ پاؤں تو کیا اس کی قربانی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، لیکن تم اپنے بال

اور ناخن تراش لینا اور اپنی مونچھیں کاٹنا اور شرمگاہ کے بال مونڈ دینا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری مکمل قربانی ہو جائے گی۔'' (ابو داود:۲۷۸۹، کتاب الضحایا)

قربانی کی فضیلت

قربانی کی فضیلت میں مندرجہ ذیل روایت پیش کی جاتی ہے:

«ماعمل ابن آدم یوم النحر عملا أحب إلی اللہ من إراقة دم وإنها لتأتي یوم القیامة بقرونها وأظلافها وأشعارها وإن الدم لیقع من اللہ عزوجل بمکان قبل أن یقع علی الأرض فطیبوا بها نفسا»

''دس ذوالحجہ کو خون بہانے سے بڑھ کر ابن آدم اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی بہتر عمل نہیں کرتا۔ یہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، کھروں اور بالوں سمیت آئیں گے اور خون کے زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں اس کا ایک مقام ہوتا ہے سو تم یہ قربانی خوش دلی سے دیا کرو۔''

لیکن یہ روایت ثابت نہیں، کما قالہ الالبانیؒ (ضعیف ترمذی:۱۴۹۳) مزید تفصیل کے لیے: 'فضائل قربانی کی احادیث کا علمی جائزہ' از غازی عزیر (ماہنامہ محدث: ج ۲۳/ عدد ۳)

تاہم قربانی کی سنت پر عمل کا جو اجر وثواب اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے، وہ بہر حال قربانی کرنے والے کو ضرور ملے گا کیونکہ قربانی عبادت اور نیک عمل ہے اور ہر نیکی کے متعلق قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا} (الانعام:۱۶۰)

''جو شخص نیک کام کرے گا، اسے اس کا دس گنا (اجر) ملے گا۔''

قبولیتِ قربانی کی شرائط

① قربانی خالص اللہ کی رضا کے لیے کی جائے، کیونکہ قربانی عبادت ہے اور کوئی بھی عبادت اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک کہ خالصتاً اللہ کے لیے نہ کی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ {وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ} (البینۃ:۵)

''انہیں اسکے سوا کوئی حکم نہیں کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کیلئے دین کو خالص کریں۔''

اور حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إنما الأعمال بالنیات ''عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔'' (بخاری:۱)

علاوہ ازیں قربانی کے متعلق بالخصوص ایک آیت میں یہ الفاظ موجود ہیں: {قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ} (الانعام:۱۶۲) ''کہہ دیجیے! بے

شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے۔''

قربانی نہ تو غیر اللہ کے لیے جائز ہے اور نہ ہی ایسی جگہ پر درست ہے جہاں غیر اللہ کی عبادت ہوتی ہو نیز ایسی قربانی بھی حلال نہیں جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ ایسے شخص پر لعنت کرے جس نے اپنے والد پر لعنت کی، اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر لعنت کرے جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا، اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر لعنت کرے جس نے کسی بدعتی کو پناہ دی اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر لعنت کرے جس نے زمین کی علامات تبدیل کردیں۔'' (مسلم:۱۴۱)

② پاکیزہ مال سے ہو، حرام مال سے نہ ہو۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

«أیها الناس إن الله طیب لا یقبل إلا طیبا» (مسلم:۲۳۴۶)

''اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاکیزہ چیز کو ہی قبول کرتا ہے۔''

سود کی آمدن یا حرام مال سے کی ہوئی قربانی قبول نہیں ہوتی۔

(مسلم:۲۳۴۶، کتاب الزکوۃ اور مسلم:۵۳۵، کتاب الطہارۃ)

③ سنت کے مطابق ہو جیسا کہ اگر کوئی شخص نماز عید سے پہلے قربانی کرلے تو اس کی قربانی قبول نہیں ہو گی۔ اس کا مفصل بیان آئندہ صفحات میں آئے گا۔

④ قربانی ایسے جانوروں کی نہ ہو جن جانوروں کی قربانی قبول نہیں ہوتی۔ اس کا بھی تفصیلی بیان آگے آئے گا۔

قربانی کا جانور کیسا ہو؟

ایسے جانوروں کی قربانی کی جائے جن پر **بهيمة الأنعام** کا لفظ بولا جاتا ہے، قرآن میں ہے

{وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ}

''اور ہر اُمت کے لیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں۔'' (الحج:۳۴)

بهيمة ایسے جانوروں کو کہتے ہیں جو چار ٹانگوں والے ہوں خواہ پانی میں ہی ہوں جیسا کہ صاحبِ قاموس نے اس کی یہی وضاحت کی ہے۔ (القاموس المحیط: **بهم**) اور **أنعام** میں چار قسم کے نر اور مادّہ جانور شامل ہیں: ① اونٹ ② گائے ③ بھیڑ ④ بکری

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تفسیر فتح القدیر: ۲/۲۱۰ اور تفسیر ابن کثیر: ۳/۱۰۰

علاوہ ازیں مذکورہ مویشیوں میں ہر ایک کا مُسِنّة (یعنی دوندا) ہونا بھی ضروری ہے، ہاں اگر کوئی مجبوری ہو یا ایسا جانور میسر نہ ہو تو بھیڑ کا کھیرا بھی کفایت کر جاتا ہے جیسا کہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

«لاتذبحوا إلا مسنة إلا أن يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضأن» (مسلم: ۱۱۷)

''مُسِنّہ ہی ذبح کرو، الا یہ کہ تم پر تنگی ہو تو بھیڑ کا کھیرا ذبح کرلو۔''

یادرہے کہ بھیڑ کے کھیرے کی اجازت کا مفہوم یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہر حال میں اس کی قربانی جائز ہے جیسا کہ آج کل بعض مقامات پر قربانی کا جانور بیچنے والے یہی کہہ کر عوام کو جانور فروخت کررہے ہوتے ہیں کہ کھیرے کی قربانی بھی جائز ہے، حالانکہ اس کی قربانی صرف ایک خاص صورت (یعنی مجبوری وتنگ دستی) میں ہی جائز قرار دی گئی ہے اگر یہ صورت نہ ہو تو مُسِنّہ کے علاوہ کوئی جانور بھی کفایت نہیں کرے گا۔

☜ مُسِنّة (یعنی دوندا) ایسے جانور کو کہتے ہیں جس کے دودھ کے دانت گر چکے ہوں۔ امام نوویؒ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں کہ

المسنة هي الثنية من كل شيئٍ من الابل والبقر والغنم فما فوقها وهذا تصريح بأنه لايجوز الجذع من غير الضان في حال من الأحوال

''مُسِنّہ اونٹ، گائے اور بکری وغیرہ میں سے دوندے کو کہتے ہیں اور یہ واضح ہے کہ بھیڑ کے علاوہ کسی حالت میں کھیرا قربان کرنا جائز نہیں۔'' (شرح نووی: ۱۳/۹۹، نیل الاوطار: ۵/۲۰۲)

نیز واضح رہے کہ اونٹوں میں دوندا عمر کے پانچویں سال میں ہوتا ہے، گائے میں دوندا عمر کے تیسرے سال میں ہوتا ہے اور بکری میں دوندا عمر کے دوسرے سال میں ہوتا ہے اور کھیرا (جذعہ) بھیڑ کا وہ بچہ ہوتا ہے جو ایک سال کا ہو اور دوندا نہ ہو۔ لہٰذا اونٹ، گائے اور بکری میں دوندے سے کم عمر والے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ دنبے میں (کسی مجبوری کے وقت) دوندے سے کم عمر کے جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔

مزید تفصیل کیلئے: 'جذعة من الضان کی تحقیق' از عبدالرحمن عزیز (محدث: ج۳۱/ عدد ۳)

رسول اللہ ﷺ کا طرزِ عمل

① حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ «انكفأ رسول الله ﷺ إلى كبشين

أقرنين أملحين فذبحهما بيده» ''رسول اللہ ﷺ سینگ والے دو چتکبرے مینڈھوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔'' (بخاری:۵۵۵۴)

② حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ «کان رسول اللہﷺ یضحی بکبش أقرن فحیل ینظر في سواد ویاکل في سواد ویمشي في سواد» ''رسول ﷺ سینگ والا موٹا تازہ مینڈھا ذبح کرتے جس کی آنکھیں، منہ اور ٹانگیں سیاہ ہوتیں۔'' (ابوداود:۲۷۹۶)

③ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ''نبی ﷺ نے کھڑے کھڑے سات اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کیے اور مدینہ میں دو سینگوں والے چتکبرے مینڈھے ذبح کیے۔'' (ابوداود:۲۷۹۳)

کس جانور کی قربانی افضل ہے؟

☜ امام شوکانیؒ کا فتویٰ: ''اور افضل قربانی وہ ہے جو زیادہ موٹی تازی ہو۔'' (الدرر البهية: كتاب الأضحية) ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں کہ

''سب سے افضل قربانی اونٹ کی ہے، پھر گائے کی اور پھر بکری کی۔'' (ایضاً: کتاب الحج)

☜ امام ابن قدامہؒ کا فتوی: ''قربانیوں میں افضل اونٹ ہے پھر گائے ہے پھر بکری ہے پھر اونٹ میں شریک ہونا ہے اور پھر گائے میں شریک ہونا ہے۔'' (المغنی:۱۳/۳۶۶)

☜ سعودی مجلس افتا کا فتویٰ: ''قربانیوں میں افضل اونٹ، پھر گائے پھر بکری اور پھر اونٹنی یا گائے کی قربانی میں شرکت ہے کیونکہ آپ ﷺ نے جمعہ کے متعلق فرمایا: ''جو پہلی گھڑی میں (مسجد میں) گیا گویا کہ اس نے اونٹ کی قربانی کی، اور جو دوسری گھڑی میں گیا گویا کہ اس نے گائے کی قربانی کی، اور جو تیسری گھڑی میں گیا گویا کہ اس نے سینگ والے مینڈھے کی قربانی کی اور جو چوتھی گھڑی میں گیا گویا کہ اس نے ایک مرغی کی قربانی کی اور جو پانچویں گھڑی میں گیا گویا کہ اس نے ایک انڈہ قربان کیا۔''

اس حدیث میں محل شاہد اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب میں اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریوں کے درمیان ایک دوسرے پر فضیلت کا وجود ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قربانی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور اونٹ قیمت، گوشت اور نفع کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہے۔ ائمہ ثلاثہ یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ (قربانی میں) افضل بھیڑ کا کھیرا ہے پھر گائے اور پھر اونٹ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے دو مینڈھے قربان کیے اور آپ ﷺ صرف افضل کام ہی کرتے تھے۔ اس کے

جواب میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ یقیناً آپ ﷺ بعض اوقات غیر افضل کام کو بھی امت پر نرمی کرنے کی غرض سے اختیار فرمالیا کرتے تھے کیونکہ وہ آپؐ کی اقتدا کرتے تھے اور آپؐ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ان پر مشقت ڈالیں لیکن آپ ﷺ نے اونٹ کی گائے اور بھیڑ بکریوں پر فضیلت بیان کردی ہے جیسا کہ ابھی پیچھے گذرا ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ اسلامیہ: ۳۲۰/۲)

❁ قربانی کے جانور کو کھلا پلا کر موٹا کرنا مستحب ہے۔ (المغنی: ۳۶۷/۱۳، بخاری: ۵۵۵۳)

خصی جانور کی قربانی

خصی جانور کی قربانی جائز ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں: ① حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو دو بڑے بڑے موٹے تازے سینگ والے، چتکبرے خصی مینڈھے خرید لاتے۔'' (ابن ماجہ: ۳۱۲۲) ② حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ''نبی ﷺ نے قربانی کے دن سینگ والے دو چتکبرے خصی مینڈھے ذبح کیے۔'' (ابو داود: ۲۷۹۵)

امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ ''خصی جانور (قربانی میں) کفایت کرجاتا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے دو خصی مینڈھے ذبح کیے۔'' (المغنی: ۳۷۱/۱۳) سید سابقؒ فرماتے ہیں کہ ''خصی جانور کی قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔'' (فقہ السنۃ: ۱۹۶/۳)

بھینس کی قربانی

شریعت نے ایسے جانور بطور قربانی ذبح کرنے کا حکم دیا ہے جن پر **بهيمة الأنعام** کا لفظ بولا جاسکتا ہو اور وہ جانور صرف اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری ہیں جیسا کہ پیچھے بیان کیا جاچکا ہے اس لیے صرف انہی جانوروں کی قربانی کرنی چاہیے اور بھینس کی قربانی سے اجتناب ہی بہتر ہے بالخصوص اس لیے بھی کہ رسول اللہ ﷺ سے بھی بھینس کی قربانی ثابت نہیں ہے۔ تاہم بعض اہل علم اسے گائے کی نوع میں شمار کرکے قابل قربانی قرار دیتے ہیں۔ واللہ اعلم!

کن جانوروں کی قربانی جائز نہیں؟

① حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أربع لا تجوز في الأضاحي: العوراء بيّن عورها والمريضة بين مرضها والعرجاء بين ظلعها والكسير التي لا تنقي» (ابو داود: ۲۸۰۲)

”چار جانور قربانی میں جائز نہیں: واضح طور پر آنکھ کا کانا، ایسا بیمار جس کی بیماری واضح ہو، لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو، اور ایسا کمزور جس میں چربی نہ ہو۔“

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ «أمرنا رسول اللهﷺ أن نستشرف العين والأذن» ”رسول اللہ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آنکھ اور کان اچھی طرح دیکھیں۔“(ابوداود:۲۸۰۴)

اس بنا پر بیان کردہ اوصاف والے جانور کی قربانی ناجائز ہو گی۔

حاملہ جانور کی قربانی

حاملہ جانور کی قربانی جائز ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث اس پر شاہد ہے:

”حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہﷺ سے پیٹ کے بچے کے متعلق سوال کیا تو آپﷺ نے فرمایا ”اگر تم چاہو تو اسے کھالو“ اور مسددؒ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم اونٹنی، گائے اور بکری ذبح کرتے ہیں تو ہم اس کے پیٹ میں بچہ پاتے ہیں کیا ہم اسے پھینک دیں یا اسے کھالیں؟ آپﷺ نے فرمایا: ”اگر تم چاہو تو اسے کھالو کیونکہ اس کا ذبح اس کی ماں کا ذبح کرنا ہی ہے۔“　(ابوداود:۲۸۲۷)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ حاملہ جانور خواہ اونٹنی ہو، گائے ہو یا بکری ہو اسے قربانی کے لیے ذبح کیا جاسکتا ہے اور اس کے پیٹ کے بچے کو ذبح کیے بغیر کھانا درست ہے لیکن اگر طبعی کراہت کے پیش نظر اسے پھینک دیا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ نبیﷺ نے صحابہ کو لازمی طور پر پیٹ کا بچہ کھانے کا حکم نہیں دیا بلکہ اسے ان کی طبیعت وچاہت پر ہی معلق رکھا۔

علاوہ ازیں بعض حضرات نے جو اس کی یہ تاویل کی ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے ”بچے کو بھی اسی طرح ذبح کرو جیسے اس کی ماں کو ذبح کرتے ہو۔“ یہ تاویل نہایت بے بنیاد ہے اور مذکورہ حضرت ابوسعیدﷺ کی حدیث ہی اس کا رد کردیتی ہے۔

قربانی کے جانور پر سوار ہونا

”حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے ایک شخص کو قربانی کا جانور لے جاتے دیکھا تو آپﷺ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جا۔ اس شخص نے کہا کہ یہ تو قربانی کا جانور ہے، آپﷺ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جا۔ اس نے کہا کہ یہ تو قربانی کا جانور ہے تو آپﷺ نے پھر فرمایا افسوس! سوار بھی ہو جاؤ (ویلک آپﷺ نے) دوسری یا تیسری مرتبہ فرمایا۔“　(بخاری: کتاب الحج:، باب رکوب البدن ۱۶۸۹، مسلم:۲۳۲۳)

اس حدیث کی شرح میں مولانا داود رازؒ نقل کرتے ہیں کہ ”زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ

سائبہ وغیرہ جو جانور مذہبی نیاز نذر کے طور پر چھوڑ دیتے ان پر سوار ہونا معیوب جانا کرتے تھے۔ قربانی کے جانوروں کے متعلق بھی جو کعبہ میں لے جائی جائیں ان کا ایسا ہی تصور تھا۔ اسلام نے اس غلط تصور کو ختم کیا اور آنحضرت ﷺ نے بالاصرار حکم دیا کہ اس پر سواری کرو تا کہ راستہ کی تھکن سے بچ سکو۔ قربانی کے جانور ہونے کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ اسے معطل کر کے چھوڑ دیا جائے۔ اسلام اسی لیے دین فطرت ہے کہ اس نے قدم قدم پر انسانی ضروریات کو ملحوظ نظر رکھا ہے اور ہر جگہ عین ضروریات انسانی کے تحت احکامات صادر کیے ہیں۔ (شرح بخاری:۳/۴۲)

مزید اسی حدیث کے متعلق امام ترمذیؒ رقمطراز ہیں کہ

”حضرت انسؓ کی حدیث حسن صحیح حدیث ہے اور بے شک نبی ﷺ کے صحابہ اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں میں سے اہل علم کی ایک جماعت نے قربانی کے اونٹ پر سواری کی رخصت دی ہے جبکہ وہ شخص اس کی سواری کا محتاج ہو اور یہی قول امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اسحقؒ کا بھی ہے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ جب تک وہ شخص اسکی طرف مجبور نہ ہو جائے سواری نہ کرے۔“

(ترمذی: کتاب الحج، باب ماجآء فی رکوب البدنة)

کیا قربانی کا جانور فروخت کیا جا سکتا ہے؟

اگر انسان قربانی کی نیت سے کوئی جانور خریدے تو پھر اسے فروخت کرنا درست نہیں کیونکہ اب وہ جانور اللہ تعالیٰ کا ہو چکا ہے اب اسے صرف اللہ کے لیے قربان کرنا ہی ضروری ہے جیسے وقف شدہ مال کو نہ فروخت کرنا جائز ہے، نہ ہبہ کرنا جائز ہے اور نہ ہی وراثت میں تقسیم کرنا جائز ہے بلکہ اسے اللہ ہی کے لیے صرف کرنا ضروری ہے۔ (مسلم:۴۲۲۴)

ہاں اگر اسے فروخت کرنے سے مقصود اسے تبدیل کرنا ہے تو درست ہے مثلاً اگر کوئی شخص بکری خرید لایا ہے لیکن پھر وہ اسے فروخت کر کے گائے خریدنا چاہتا ہے تو یہ درست ہے کیونکہ یہ افضل قربانی کی طرف پیشرفت ہے۔ اور اس صورت میں بھی فروخت کرنا جائز ہے کہ اگر جانور خریدنے کے بعد علم ہو کہ یہ بیمار ہے یا اس میں کوئی ایسا نقص ہے جس کی وجہ سے یہ قربانی کے قابل نہیں تو اسے فروخت کر کے دوسرا جانور خریدا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم

قربانی کرنے والا کن امور سے اجتناب کرے؟

جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔ جیسا کہ امّ سلمہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إذا رأيتم هلال ذي الحجة وأراد أحدكم أن يضحي فليمسك عن شعره وأظفاره» (مسلم: ۳۶۵۵) ''جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کوئی قربانی کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے رک جائے۔''

امام نوویؒ رقمطراز ہیں کہ ''حضرت سعید بن مسیب، امام ربیعہ، امام احمد، امام اسحاق، امام داؤد اور بعض اصحابِ شافعی رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ ایسے شخص پر اپنے بال اور ناخن میں سے کچھ بھی کاٹنا اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ وہ شخص قربانی کے اوقات (ایام تشریق) میں قربانی نہ کرلے۔'' (شرح مسلم: ۷/۱۵۴، نیز دیکھئے المغنی: ۱۳/۳۶۲)

جو شخص قربانی کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو اس کے لیے بال، ناخن کاٹنے کی ممانعت نہیں، تاہم اگر وہ بھی ان دنوں بال اور ناخن نہ کاٹے تو اسے بھی قربانی کا ثواب مل جاتا ہے۔ دیکھئے: حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ زیر عنوان ''جو قربانی کی طاقت نہ رکھے......'' (ابوداود:۲۷۸۹)

جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے کیا وہ بھی بال اور ناخن نہ کاٹے؟

شیخ ابن جبرین فرماتے ہیں کہ اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ''جب عشرہ ذوالحجہ شروع ہوجائے اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنے کا ارادہ کرے تو اپنے بال اور اپنے چمڑے (یعنی جسم) سے کچھ نہ کاٹے۔'' (اس حدیث میں) آپ ﷺ نے ایسے شخص کاذکر نہیں کیا جس کی طرف سے کوئی اور قربانی کررہا ہو لیکن بعض علما نے ایسے شخص کا (بال وغیرہ) کاٹنا بھی ناپسند کیا ہے جس کی طرف سے کوئی اور قربانی کررہا ہو اس کے ساتھ کہ ان میں سے جس نے کسی چیز کو کاٹا نہ تو اس پر کوئی فدیہ ہے، نہ اس کی قربانی باطل ہوگی اور نہ ہی اسے قربانی کرنے سے پیچھے ہٹنا چاہیے وہ ان شاء اللہ اس کی طرف سے قبول ہوجائے گی۔'' (فتاویٰ اسلامیہ: ج۲/ص ۳۱۸)

قربانی کا وقت

قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی خواہ وہ کسی بھی علاقے میں ہو اس کی قربانی قبول نہیں ہوگی بلکہ اسے نماز عید کے بعد قربانی کے لیے دوسرا جانور ذبح کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ''جو شخص نماز عید سے پہلے قربانی کرلیتا ہے وہ صرف اپنے کھانے کے لیے جانور ذبح کرتا ہے اور جو نمازِ عید کے بعد قربانی کرے اس کی قربانی پوری ہوتی ہے اور وہ مسلمانوں کی سنت کو پالیتا ہے۔'' (بخاری: ۵۵۵۶ نیز ۵۵۴۹، ۵۵۶۰، ۵۵۶۱، ۵۵۶۲)

قربانی کتنے دنوں تک کی جاسکتی ہے؟

عید الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن یعنی تیرہ ۱۳/ ذوالحجہ کی شام تک قربانی کی جاسکتی ہے کیونکہ عید الاضحیٰ کے بعد ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ کے دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔
(تفسیر احسن البیان: ص ۸۲، نیل الاوطار: ج ۳/ ص ۴۹۰)

اور تمام ایام تشریق کو ذبح کے دن قرار دیا گیا ہے اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے: «عن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ: کل أیام التشریق ذبح» ''تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں۔'' (احمد: ج ۴/ ص ۸۲، صحیح ابن حبان: ۳۸۴۲، صحیح الجامع الصغیر: ۴۵۳۷)

اگرچہ اس حدیث کے منقطع ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے لیکن امام ابن حبانؒ نے صحیح ابن حبان میں اسے موصول بیان کیا ہے اور امام ہیثمیؒ نے بھی اس روایت کو مرفوع بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ احمد وغیرہ کے رجال ثقہ ہیں۔ (بلوغ الامانی للبنا: ج ۱۳/ ص ۹۴، ۹۵)

☜ **امام شوکانیؒ کا فتویٰ:** انہوں نے اس ضمن میں پانچ مختلف مذاہب ذکر کرنے کے بعد اس مذہب کو ترجیح دی ہے کہ «أیام التشریق کلھا أیام ذبح وھی یوم النحر وثلاثة أیام بعدہ» ''سارے ایام تشریق ذبح کے دن ہیں اور وہ دن یہ ہیں: یوم النحر اور اس کے بعد تین دن۔'' (نیل الاوطار: ج ۵/ ص ۱۲۵) حضرت جبیر بن مطعمؓ، حضرت ابن عباسؓ، عطاء، حسن بصری، عمر بن عبدالعزیز، سلیمان بن موسیٰ الاسدی، مکحول، شافعی، اور داود ظاہری رحمہم اللہ سے بھی یہی قول منقول ہے۔ (نیل الاوطار: ج ۳/ ص ۴۹۰، بیہقی: ج ۵/ ص ۲۹۶، ۲۹۷)

البتہ بعض فقہاء نے یوم النحر کے بعد مزید صرف دو دنوں تک قربانی کی اجازت دی ہے ان کی دلیل حضرت ابن عمرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت انسؓ کا یہ اثر ہے: «الأضحی یومان بعد یوم الأضحی» ''قربانی یوم الاضحیٰ کے بعد دو دن ہے۔'' (موطا: ۲/ ۴۸۷، بیہقی: ج ۹/ ص ۲۹۷، شرح مسلم للنووی: ج ۷/ ص ۱۲۸) لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ پہلی حضرت جبیر بن مطعمؓ کی حدیث مرفوع یعنی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور حضرت ابن عمرؓ وغیرہ کی روایت محض ان کا اپنا قول ہی ہے اس لیے پہلی حدیث کو ترجیح دی جائے گی نیز جس روایت میں ایک دن کم کا ذکر ہے، اس میں زیادتی کی نفی بھی نہیں ہے۔

کس دن کی قربانی افضل ہے؟

اکثر علما کا یہ موقف ہے کہ پہلے دن کی قربانی افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ ہمیشہ اسی پر عمل پیرا رہے۔آپ ﷺ مدینہ میں دس سال رہے اور قربانی کرتے رہے۔ حجۃالوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے سو اونٹ قربان کیے۔ ان سب قربانیوں میں آپ ﷺ کا ہمیشہ یہی معمول رہا کہ آپ ﷺ پہلے دن قربانی کرتے جیسا کہ احدیث سے بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ

«عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال قال النبی ﷺ إن أول ما نبدأ به في يومنا هذا نصلي ثم نرجع فننحر، من فعله فقد أصاب سنتنا» ''حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' آج (عیدالاضحیٰ کے دن) کی ابتدا ہم نماز (عید) سے کریں گے پھر واپس آکر قربانی کریں گے جو اس طرح کرے گا وہ ہماری سنت کے مطابق عمل کرے گا۔'' (بخاری:۵۵۴۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ جس دن نماز عید پڑھتے اسی دن قربانی کرتے اور یہ بات دلیل کی محتاج نہیں کہ نماز عید پہلے دن ہی ادا کی جاتی ہے۔

علاوہ ازیں ایک اور حدیث سے بھی پہلے دن کی افضلیت معلوم ہوتی ہے «عن عبد الله بن قرط عن النبي ﷺ قال: إن أعظم الأيام عند الله يوم النحر ثم يوم الغد»

''حضرت عبداللہ بن قرط ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنوں میں سب سے عظیم دن یوم النحر (یعنی عیدالاضحیٰ کا پہلا دن) ہے پھر یوم الغد (یعنی دوسرا دن) ہے۔'' (ابوداود:۱۷۶۵)

اگر کوئی یہ خیال کرے کہ آخری دنوں میں قربانی کرنے سے غرباء و مساکین کو زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے تو بعض علما نے اسے بھی پہلے دن کے برابر ہی قرار دیا ہے۔ (واللہ اعلم)

قربانی کے گوشت اور کھال کے مسائل

قربانی کا گوشت کیسے تقسیم کیا جائے؟

بعض علما نے کہا ہے کہ قربانی کا گوشت تقسیم کرنے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کیے جائیں۔ ایک حصہ خود کھایا جائے،دوسرا حصہ اپنے اقربا اور دوست احباب وغیرہ کو کھلا دیا جائے اور تیسرا حصہ غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔ امام احمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

ان حضرات کی دلیل ابن عمر سے مروی یہ قول ہے کہ انہوں نے کہا کہ

''قربانیوں کا تیسرا حصہ تمہارے لیے ہے اور تیسرا حصہ تمہارے گھر والوں کے لیے ہے اور

تیسرا حصہ مساکین کے لیے ہے۔" (مزید تفصیل کیلئے، المغنی لابن قدامہ: ج۱۳/ ص۳۷۹)

اگرچہ علمانے اس تقسیم کو افضل کہا ہے لیکن یہ تقسیم ضروری نہیں ہے بلکہ حسب ِضرورت حالات کے مطابق بھی گوشت تقسیم کیا جاسکتا ہے یعنی اگر فقراء ومساکین زیادہ ہوں تو زیادہ گوشت صدقہ کر دینا چاہیے اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ اکثر وبیشتر لوگ خوشحال ہوں تو زیادہ گوشت خود بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور اسی طرح آئندہ ایام کے لیے ذخیرہ بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ قرآن میں مطلقاً قربانی کا گوشت کھانے اور کھلانے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

{وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ} (الحج: ۳۶)

"قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں مقرر کر دی ہیں، ان میں تمہیں نفع ہے پس انہیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو پھر جب ان کے پہلو زمین سے لگ جائیں (ذبح ہو جائیں تو) اسے (خود بھی) کھاؤ اور سوال نہ کرنے اور کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔"

ایک اور آیت میں ہے کہ "اپنے فائدے حاصل کرنے کے لیے آجائیں اور ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں، ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں۔ پس تم خود بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ۔" درج بالا آیات سے معلوم ہوا کہ حسبِ ضرورت قربانی کا گوشت کھایا اور کھلایا جاسکتا ہے، البتہ تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے خاص مصلحت کے تحت ابتدائے اسلام میں منع فرمادیا تھا جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ

"حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی بھی اپنی قربانی کا گوشت تین دن سے اوپر نہ کھائے۔" (مسلم: ۵۱۰۰، کتاب الاضاحی)

لیکن پھر اس کی اجازت دے دی تھی جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ

"حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے جو قربانی کرے تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں اس میں سے کوئی چیز باقی نہ ہو۔ پس اگلے سال صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا اس سال بھی ہم اسی طرح کریں جس طرح ہم نے گذشتہ سال کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا "کھاؤ اور کھلاؤ اور ذخیرہ کرو۔ بے شک اُس سال لوگ مشقت میں تھے تو میں نے ارادہ کیا کہ تم ان کی مدد کردو۔" (بخاری: ۵۵۶۹، کتاب الاضاحی)

مذکورہ دلائل سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین یا دو حصے بنا کر

تقسیم کرنا ضروری نہیں بلکہ حالات کے مطابق کسی بھی طریقے سے گوشت کھایا اور کھلایا جاسکتا ہے اور ذخیرہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

امام ابن قدامہؒ کا فتویٰ

''تین دنوں سے زیادہ قربانیوں کا گوشت ذخیرہ کرنا جائز ہے۔'' (المغنی: ج۱۳/ ص۳۸۱)

کیا غیر مسلم کو قربانی کا گوشت دیا جاسکتا ہے؟

غیر مسلم اگر مستحق ہو تو اسے بھی تالیفِ قلب کے طور پر قربانی کا گوشت دیا جاسکتا ہے۔

امام ابن قدامہؒ کا فتویٰ: ''اور یہ جائز ہے کہ کوئی قربانی کے گوشت سے کسی کافر کو کھلائے اور امام حسنؒ، امام ابو ثورؒ اور اصحاب الرائے بھی اسی کے قائل ہیں۔'' (المغنی: ج۱۳/ ص۳۸۱)

سعودی مجلس اِفتا کا فتویٰ: ''قربانی میں مستحب یہ ہے کہ اس کے گوشت کے تین حصے بنائے جائیں: ایک تہائی قربانی کرنے والے کے لیے، ایک تہائی اس کے دوست احباب کے لیے، اور ایک تہائی مساکین کے لیے اور اس سے کافر کو دینا بھی جائز ہے اس کے فقر کی وجہ سے، یا اس کی قرابت داری کی وجہ سے، یا اس کی ہمسائیگی کی وجہ سے، یا اس کی تالیفِ قلب وجہ سے۔'' (فتاویٰ اسلامیہ: ج۲/ ص۳۲۴)

قربانی کی کھالوں کا مصرف

قربانی کی کھالوں کا بھی وہی مصرف ہے جو قربانی کے گوشت کا ہے یعنی جیسے قربانی کا گوشت خود بھی کھایا جاسکتا ہے، دوسروں کو بھی کھلایا جاسکتا ہے اور صدقہ بھی کیا جاسکتا ہے اسی طرح کھال کو خود بھی استعمال کیا جاسکتا ہے کسی دوسرے کو بھی استعمال کے لیے دی جاسکتی ہے اور صدقہ بھی کی جاسکتی ہے کیونکہ اس کے استعمال کا کوئی الگ طریقہ کتاب وسنت میں موجود نہیں، بلکہ کتبِ احادیث میں ہے کہ صحابہ کرام قربانی کے جانور کی کھال کا مشکیزہ بنا کر اسے گھر میں استعمال کر لیتے تھے۔ (مسلم؛ ۵۱۰۳)

کیا قربانی کا گوشت یا کھال فروخت کی جاسکتی ہے؟

نہ تو قربانی کا گوشت فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی کھال فروخت کی جاسکتی ہے کیونکہ شریعت نے انہیں استعمال کرنے کا جو طریقہ بتلایا ہے فروخت کرنا اس میں شامل نہیں۔

امام ابن قدامہؒ کا فتویٰ: ''من جملہ قربانی کی کسی چیز کو بھی فروخت کرنا جائز نہیں

نہ تو اس کا گوشت اور نہ ہی اس کا چمڑا خواہ قربانی واجب ہو یا نفلی ہو کیونکہ وہ ذبح کے ساتھ متعین ہو چکی ہے۔'' (المغنی: ج۱۳/ ص ۳۸۲)

☜ امام احمدؒ کا فتویٰ: ''وہ اسے (یعنی قربانی کے جانور کو) فروخت نہیں کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کی کوئی چیز (گوشت یا کھال وغیرہ) فروخت کر سکتا ہے اور (امام احمدؒ) مزید فرماتے ہیں کہ 'سبحان اللہ' وہ اسے کیسے فروخت کر سکتا ہے جبکہ وہ اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے مقرر کر چکا ہے۔'' (ایضاً)

کیا قربانی کا گوشت یا کھال قصائی کو بطور اُجرت دی جاسکتی ہے؟

ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ نبیﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ

''حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہﷺ نے حکم دیا کہ میں ان قربانی کے جانوروں کے جھول اور ان کے چمڑے صدقہ کردوں جن کی قربانی میں نے کر دی تھی۔''

(بخاری:۱۷۰۷، کتاب الحج، باب الجلال للبدن)

اور صحیح مسلم میں ہے کہ ''حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپﷺ کی قربانیوں کی نگرانی کروں اور میں ان قربانیوں کا گوشت اور ان کے چمڑے اور ان کی جلیں صدقہ کردوں اور ان سے (کچھ بھی) قصائی کو نہ دوں۔''

اور حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ''ہم اسے (قصائی کو) اپنے پاس سے (معاوضہ) دیا کرتے تھے۔'' (مسلم:۳۱۸۰، کتاب الحج)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے جانوروں کی ہر چیز حتیٰ کہ جل تک بھی صدقہ کر دی جائے اور قصائی کو ان میں سے اُجرت میں کچھ نہ دیا جائے بلکہ اُجرت علیحدہ دینی چاہیے۔

دوسروں کی طرف سے قربانی

زندہ افراد کی طرف سے قربانی

اپنے علاوہ دیگر زندہ افراد کی طرف سے قربانی کرنا بالاتفاق جائز ومباح ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ ''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔'' (بخاری:۵۵۴۸) ایک اور حدیث میں ہے کہ

''عطاء بن یسارؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوایوب انصاریؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہﷺ کے زمانے میں قربانی کیسے ہوتی تھی تو انہوں نے کہا: نبی کریمﷺ کے

زمانے میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربان کرتا تھا، وہ (اسے) کھاتے اور کھلاتے تھے۔" (ترمذی:۱۵۰۵، کتاب الاضاحی)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی زندہ افراد یعنی گھروالے یا دوست احباب وغیرہ کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو جائز ہے۔

میت کی طرف سے قربانی

اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ قربانی تو زندہ افراد کی طرف سے کی جائے لیکن اس میں فوت شدگان کو بھی شریک کرلیا جائے، یہ جائز ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے جانور ذبح کرتے وقت فرمایا: "اللہ کے نام کے ساتھ اے اللہ! محمدؐ، آلِ محمدؐ اور اُمتِ محمد کی طرف سے (اسے) قبول فرما۔" (مسلم:۵۰۹۱، کتاب الاضاحی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے جانور قربان کرتے وقت فرمایا:

«بسم الله و الله أكبر عن محمد ﷺ و أمة من شهد الله بالتوحيد و شهد لي بالبلاغ»

"اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ سب سے بڑا ہے، (یہ جانور) محمد کی طرف سے اور اس کی اُمت میں سے جس نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دی اور میرے لیے پیغام پہنچانے کی گواہی دی، کی طرف سے (قبول فرما)۔" (ارواء الغلیل: ج۴/ص۲۵۱)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے قربانی میں اپنے گھر والوں کے ساتھ پوری اُمت کو بھی شریک کیا اور یقیناً اس وقت آپ ﷺ کی اُمت کے کئی افراد فوت ہوچکے تھے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اپنی قربانی میں فوت شدگان کو بھی شریک کیا جاسکتا ہے۔

☜ **شیخ ابن بازؒ کا فتوی:** شیخ ابن بازؒ نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے:

"قربانی زندہ اور مردہ کی طرف سے مشروع ہے کیونکہ نبی ﷺ مدینہ میں ایک بکری اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربان کرتے تھے، حالانکہ اُن میں بعض فوت ہوچکے تھے جیسے حضرت خدیجہؓ اور آپ ﷺ کی دو بیٹیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت اُمّ کلثومؓ اور اس لیے بھی مشروع ہے کہ یہ صدقہ اور قربت ہے پس یہ بقیہ صدقات کے مشابہ ہو گئی اور یہ زندہ افراد کی طرف سے زیادہ مؤکد ہے آپ ﷺ کے فعل کی وجہ سے اور آپ ﷺ کے اِس قول کی وجہ سے کہ "جب ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہوجائے اور تم میں سے کوئی قربانی کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اپنے بالوں اور اپنے ناخنوں سے کچھ نہ کاٹے۔" اسے امام مسلمؒ نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں حضرت اُمّ سلمہؓ کی حدیث سے تخریج کیا ہے۔" (فتاویٰ اسلامیہ: ج۲/ص۳۲۱)

☜ **شیخ ابن عثیمینؒ کا فتویٰ:**

''میت کے لیے قربانی کی دو قسمیں ہیں:

① (پہلی) یہ کہ شرعی قربانی ہو اور وہ یہ ہے کہ جو عیدالاضحیٰ میں اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کی جاتی ہے اور اس کا ثواب میت کے لیے مقرر کردیا جاتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اس سے بھی افضل یہ ہے کہ انسان اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرے اور اس کے ساتھ زندہ اور فوت شدہ (افراد) کی بھی نیت کرلے تو تبعاً میت بھی اس میں شامل ہو جائے گی کیونکہ نبی ﷺ نے صرف اپنے گھر کے فوت شدگان میں سے کسی کی طرف سے قربانی نہیں کی۔ آپ ﷺ کی تین بیٹیاں: زینب، امّ کلثوم اور رقیہ رضی اللہ عنہن فوت ہوئیں لیکن آپ ﷺ نے ان کی طرف سے قربانی نہیں کی اور اسی طرح خدیجہؓ جو آپ کو بیویوں میں سب سے زیادہ محبوب تھیں، آپ نے ان کے لیے بھی قربانی نہیں کی، اور اسی طرح آپ کے چچا حضرت حمزہؓ جو جنگِ اُحد میں شہید کردیے گئے، آپ نے ان کی طرف سے بھی قربانی نہیں کی۔ ہاں! لیکن آپ ﷺ نے اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں [مجموعی طور پر، زندہ یا فوت شدہ] کی طرف سے قربانی کی ہے۔''

② ''غیر عیدالاضحیٰ میں میت کی طرف سے جانور ذبح کرنا جیسا کہ بعض جاہل لوگ ایسا کرتے ہیں کہ میت کے لیے اس کی وفات کے ساتویں روز جانور ذبح کیا جاتا ہے یا اس کی وفات کے چالیسویں روز، یا اس کی وفات کے تیسرے روز، یہ بدعت ہے اور جائز نہیں کیونکہ یہ ایسے بے فائدہ کام میں مال کا ضیاع ہے جس میں نہ تو دینی فائدہ ہے اور نہ دنیاوی، بلکہ دینی نقصان میں (مال کا ضیاع ہے) اور تمام بدعتیں گمراہی ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (واللہ الموفق) (فتاویٰ منار الاسلام: ج۲/ص۴۱۱)

☜ جہاں تک صرف میت کی طرف سے قربانی کرنے کا تعلق ہے تو بقول شیخ ابن عثیمین اس سے اجتناب ہی بہتر ہے، جبکہ دیگر اہل علم مثلاً علامہ ابن تیمیہ، امام بغوی وغیرہ اس کے جواز کے بھی قائل ہیں۔ (فتاویٰ: ۲۶/۳۰۶ اور شرح السنہ: ۴/۳۵۸)

کیا مقروض شخص قربانی کرسکتا ہے؟

شریعت سے کوئی ایسی دلیل نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ مقروض شخص قربانی نہیں کرسکتا، ہاں اتنا ضرور ہے کہ قرض لینے کے بعد اسے جلد از جلد اتارنے کی کوشش کرنی چاہیے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر مقروض شخص قربانی کرے گا تو اس کی قربانی قبول نہیں

ہو گی بلکہ قربانی عبادت ہے اور نبی ﷺ کی سنت ہے اس لیے اگر مقروض شخص بھی قربانی جیسی عبادت کے ذریعے تقربِ الٰہی حاصل کر سکتا ہے تو اسے ضرور ایسا کرنا چاہیے۔(واللہ اعلم)

جانور کو ذبح کرنے کے مسائل

❀ عید گاہ میں قربانی کی جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہی معمول تھا جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ «كان رسول الله يذبح وينحر بالمصلى» ''رسول اللہ ﷺ (قربانی) ذبح اور نحر عید گاہ میں کیا کرتے تھے۔''(بخاری:۵۵۵۲)

❀ جانور قبلہ رخ لٹانا چاہیے جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا نبی ﷺ نے قربانی کے دن سینگ والے دو چتکبرے، خصی مینڈھے ذبح کیے پس جب آپ ﷺ نے انہیں قبلہ رخ کیا۔(ابو داود: کتاب الضحایا،۲۷۹۵)

❀ جانور ذبح کرتے وقت اس کے پہلو پر پاؤں رکھنا سنت سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ «ضحى النبى !بكبشين أملحين فرأيته واضعا قدمه على صفاحهما» ''نبی کریم ﷺ نے دو چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کی، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے پاؤں ان جانوروں کے پہلوؤں پر رکھے ہوئے ہیں۔''(بخاری:۵۵۵۸)

❀ قربانی کے لئے چھری خوب تیز کرنا چاہئے:

① حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور تم میں سے ایک اپنی چھری تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے۔''(ابو داود:۲۸۱۴)

❀ چھری چلانے سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے مختلف دعائیں ثابت ہیں:

① بروایتِ حضرت انسؓ: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ: (بخاری:۵۵۶۵)

② بروایت جابرؓ: «بِسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرُ هَذَا عَنِّيْ وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِيْ»(ابو داود:۲۸۱۰)

③ بروایت عائشہؓ: «اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ»(مسلم:۱۹۶۷)

④ «وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ»

(ابو داود:۲۷۹۵)

تذکرۂ اُمّ المومنین

پروفیسر خالدہ امجد☆

حضرت عائشہ صدیقہؓ: خواتین کیلئے اُسوۂ

نام: حضرت عائشہ بنت عبداللہ ابو بکر صدیقؓ لقب: صدیقہ

کنیت: اُمّ عبداللہ قبیلہ: غنم بن مالک والدہ کا نام: اُمّ رومان

نسب: والد کی طرف سے سات اور والدہ کی طرف سے گیارہویں پشت میں حضرت محمد ﷺ کے سلسلہ سے جا ملتا ہے۔

خاندان

سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے ابتدا ہی سے رسول ﷺ کے ساتھ بڑے گہرے برادرانہ تعلقات تھے۔ سفر و حضر میں، رفاقت اور غمی، خوشی میں شرکت رہتی تھی۔ باہمی محبت و اعتماد کا یہ حال کہ حقیقی بھائی بھی رشک کریں۔ جب جبرائیل امینؑ پیارے نبی ﷺ کے پاس پہلی مرتبہ تشریف لائے اور اعزازِ نبوت کا فرمان خداوندی سنایا، تو آپؐ سب سے پہلے اسی جاں نثار دوست کے پاس گئے اور انوارِ الٰہیہ کی یہ انوکھی واردات بیان کی اور سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے بلا تامل تصدیق کی اور بارگاہِ نبوی سے اسی وقت 'الصدیق' کا خطاب پایا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ ہی تمام گھرانے نے بھی اسلام قبول کیا۔ سیدہ عائشہؓ عہدِ بعثت میں بہت کمسن تھیں۔ اسلئے قدرتی طور پر اپنے بزرگوں کے ساتھ ہی داخل حسنات ہو گئیں۔

روایات میں سن ولادت ۹ قبل ہجرت بتایا جاتا ہے۔ آپ ان برگزیدہ شخصیتوں میں سے ہیں جن کے کانوں نے کفر و شرک کی آواز نہیں سنی اور آپؓ مہد سے لحد تک کلیتاً انوارِ اسلام کی رفعتوں پر رونق افروز رہیں۔ آپ خود فرماتی ہیں کہ

☆ ہیڈ ڈویژن، اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ یونیورسٹی آف ایجوکیشن، وحدت روڈ، لاہور

www.KitaboSunnat.com

”جب میں نے اپنے والدین کو پہچانا، انہیں مسلمان پایا۔“ (بخاری؛۳۹۰۵)

عہدِ طفولیت

آپ ؓ کا بچپن صدیق اکبر جیسے جلیل القدر باپ کے زیر سایہ بسر ہوا۔ وہ بچپن سے ہی بے حد ذہین اور ہوش مند تھیں۔ بچپن کی جتنی باتیں انہیں یاد تھیں، کہا جاتاہے کہ کسی دوسرے صحابی یا صحابیہ کی یادداشت اتنی اچھی نہ تھی۔

جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو ان ؓ کی عمر کا آٹھواں یا نواں سال تھا، لیکن ہجرت کے واقعات کا تسلسل جتنا عائشہ ؓ کے حافظہ کا ممنون ہے، کسی دوسرے صحابی کا نہیں۔ امام بخاری نے تفسیر سورۃ القمر میں لکھا ہے کہ آیتِ مبارکہ {بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ} مکہ میں نازل ہوئی تو اس وقت حضرت عائشہ ؓ کھیل رہی تھیں اور دیکھئے کہ یہ واقعہ بھی امام بخاری نے حضرت عائشہ ؓ ہی کی زبانی نقل کیا ہے۔

نکاح

سیدنا ابو بکر ؓ صدیق جیسے جلیل القدر صحابی اور اُمّ رومان ؓ جیسے مقبولِ بارگاہ ماں باپ کی پاک وطاہر بیٹی کا نصیب صاحبِ لولاک کا نور کدہ ہی ہوسکتا تھا۔ سید المرسلین ﷺ کی زوجہ اوّل سیدہ خدیجہ ؓ کی وفات ۱۰ نبوی میں ہوئی تو آپ ﷺ بالعموم افسردہ خاطر دیکھے گئے۔

صحابہ ؓ نے آپ ؐ کو عقدِ ثانی کا مشورہ دیا۔ جسے آپ ﷺ نے پسند فرمایا اور خولہ کے ذریعے نکاح کی بات طے ہوئی۔ چنانچہ ۶ سال کی عمر میں ہجرت سے ۳ سال قبل ماہ شوال میں آپ ؓ حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ نکاح حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے خود پڑھایا۔ ۵۰۰ درہم حق مہر مقرر ہوا اور ۹ برس کی عمر میں اور بعض روایات میں ۱۲ برس کی عمر میں آپ ؓ کی رخصتی ہوئی۔

یہ نکاح نہ صرف اسلام کی حقیقی سادگی کی تصویر تھا بلکہ اس سے دورِ جاہلیت کی بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہوا، مثلاً:

① حضرت ابو بکر صدیق ؓ آنحضور ﷺ کے منہ بولے بھائی تھے۔ جب حضرت خولہ ؓ کے ذریعے نکاح کی بات چلی تو ابو بکر صدیق ؓ نے پوچھا: ”کیا بھائی کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا

www.KitaboSunnat.com

ہے؟'' جواب میں سرورِ کائنات کا پیغام تھا کہ

''ابوبکر میرے دینی بھائی ہیں اور ایسے بھائیوں کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔'' (بخاری:۵۰۸۱)

② ایک بار ماہِ شوال میں عرب میں طاعون کی وبا پھیل گئی جس نے ہزاروں گھرانے تباہ کردیے۔ اس وقت سے اہل عرب کے یہاں شوال کے مہینے کو منحوس سمجھا جانے لگا اور وہ اس مہینے میں خوشی کی تقریب کرنے سے احتراز کرنے لگے۔ مگر سیدہ عائشہ ؓ کی شوال میں رخصتی اور نکاح نے لوگوں کے دلوں سے ماہِ شوال کی نحوست کا وہم دور کردیا۔

وفات

۱۷/ رمضان المبارک ۵۸ھ کو ۶۷ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی۔ رات کے وقت بقیع الغرقد میں دفن ہوئیں۔ نمازِ جنازہ حضرت ابوہریرہ ؓ نے پڑھائی۔ عبداللہ بن زبیر، قاسم بن محمد اور عبداللہ بن عبدالرحمن نے قبر میں اُتارا۔

حضور ﷺ کی حضرت عائشہ ؓ سے وابستگی

جناب ﷺ کو حضرت عائشہ ؓ بے حد محبوب تھیں، فرمایا کرتے تھے:

① ''اے باری تعالیٰ میں سب بیویوں سے برابر کا سلوک کرتا ہوں مگر دل میرے بس میں نہیں کہ وہ عائشہ ؓ کو زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ یا اللہ! اسے معاف فرما۔''

② آپ ؓ خود فرماتی ہیں کہ آخری وقت میں نبی کریمؐ کے لیے میں نے مسواک اپنے دانتوں سے چبا کردی۔ اللہ نے میرا اور نبیؐ کا لعابِ مبارک اِکٹھا کردیا۔ (بخاری:۴۴۵۱)

③ ایک مرتبہ حضرت عائشہ ؓ کا ہار دورانِ سفر گم ہوگیا اور حضور ﷺ نے اس کی تلاش میں چند صحابہ کو بھیجا، راستے میں نماز کا وقت آ گیا اور لوگوں نے وضو کے بغیر نماز پڑھی کیونکہ پانی کا دور، دور تک نشان نہ تھا۔ اس پر آیت تیمم نازل ہوئی۔ حضرت اُسید ؓ نے اسے حضرت عائشہ ؓ کی بہت بڑی فضیلت جانا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا:

''اُمّ المؤمنین! اللہ آپ کو جزائے خیر دے، آپ کو کوئی ایسا حادثہ پیش نہیں آیا جس سے اللہ نے آپکو نکلنے کا راستہ نہیں بتایا اور وہ مسلمانوں کیلئے ایک برکت بن گیا۔'' (بخاری: ۳۷۷۳)

فضائل

بعض ایسے فضائل ہیں جن میں عائشہ ؓ کو تمام صحابہ اور صحابیات پر فضیلت حاصل ہے۔ اور وہ خود ہی ان کے بارے میں فرماتی ہیں:

① صرف میں ہی کنوارپن میں نبی ﷺ کے نکاح میں آئی۔ (بخاری؛۵۰۷۷)

② جبرائیل امین میری شکل میں حضور ﷺ سے ملے اور کہا: عائشہ سے شادی کرلیجئے۔ (سیر اعلام النبلاءٔ: ۲/۱۴۱)

③ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے آیتِ براءت نازل فرمائی۔ (بخاری؛۶۶۷۹)

④ میرے ماں باپ دونوں مہاجر ہیں۔ (اعلام النسائ: ۳/۱۷)

⑤ میں حضور ﷺ کے سامنے ہوتی اور آپؐ مصروفِ نماز ہوتے۔ (اعلام النسائ: ۳/۱۶)

⑥ نزولِ وحی کے وقت صرف میں آپؐ کے پاس ہوتی۔ (بخاری؛۳۷۷۵)

⑦ جب روحِ اطہر نے عالم قدس کی طرف پرواز کی تو حضور ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ (بخاری؛۴۴۴۹)

⑧ میرے حجرہ کو رحمۃ للعالمین کا مدفن بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ (سیر ۲/۱۴۱)

⑨ امام بخاریؒ نے اپنی 'صحیح' میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ "عائشہ ؓ کو عورتوں پر ایسی فضیلت ہے جیسے ثرید (شوربے میں ملی روٹی) کو تمام کھانوں پر۔" (بخاری؛۳۷۶۹)

⑩ آج حرمِ نبویؐ، دیارِ حبیبؐ اور گنبدِ خضرا جس روضۂ مبارک کے نام ہیں، وہ یہی حجرۂ عائشہ ؓ ہے۔

علمی فضائل

رحلت نبی ﷺ کے وقت حضرت عائشہ ؓ کی عمر صرف ۱۸ سال تھی۔ ۴۸ سال انہوں نے عالم بیوگی میں گزارے اور اس تمام عرصہ میں وہ عالم اسلام کے لئے رشد وہدایت، علم و فضل اور خیر و برکت کا مرکز بنی رہیں۔

① ان سے ۲۲۱۰/ احادیث مروی ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

② بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مسائل پوچھا کرتے تھے۔

③ مکثرین روایات میں آپ ؓ کا نمبر چھٹا ہے۔

④ آپ ؓ کو خلفاے راشدین ؓ، عبداللہ بن مسعود ؓ، عبداللہ بن عباس ؓ جیسے مفسرین اور محدثین کی ہمسری حاصل تھی۔

⑤ حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ ''ہم لوگوں کو کوئی ایسی مشکل پیش نہ آتی جس کا علم حضرت عائشہ ؓ کے پاس نہ ہوتا۔''

⑥ آپ ؓ کے شاگردوں کی تعداد ۲۰۰ کے لگ بھگ بیان کی جاتی ہے۔

⑦ حضرت عائشہ ؓ جو حدیث روایت کرتیں، اس کا پس منظر اور اسباب و علل بھی بیان کرتیں تاکہ اسے باور کرانے کے لئے دور از کار تاویلوں کی ضرورت پیش نہ آئے۔ ہمیشہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال و افعال کی حقیقی روح تک پہنچنے کی کوشش کرتیں۔

⑧ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ جمع قرآن کے سلسلہ میں بھی اُمّ المؤمنین ؓ کو فوقیت حاصل ہے۔ آپ ؓ تہجد میں آقائے نامدار کی اِقتدا کرتی تھیں۔ اس نماز میں طویل سورتوں کی تلاوت ہوتی تھی۔

نیز قرآن کی بیشتر سورتوں کا نزول بھی حضرت عائشہ ؓ کے حجرۂ انور میں ہوا۔ اس لحاظ سے آپ ؓ قرآن کی اوّلین سامعہ اور اُسوۂ حسنہ کی اوّلین شاہد تھیں۔ وصالِ رسالتِ مآب ﷺ کے بعد آپ ؓ نے کلام اللہ کا ایک نسخہ لکھوا کر اپنے پاس محفوظ کرلیا تھا جسے مصحف کا نام دیا گیا اس مصحف نے اکثر مستند متن کا کام دیا ہے۔

خاص واقعات

دشمن اگر صاحبِ کردار ہو تو اس کی غارت گری میں بھی ایک متانت اور وقار موجود ہوتا ہے، لیکن عدوّا گر ذہنی پستی کا شکار ہو تو اس کی تاخت کا میدان اخلاقی گراوٹ تک وسیع ہوجاتا ہے۔ منافقینِ مدینہ نے بھی شرارت کی انتہا کرتے ہوئے حرمِ نبویؐ کو اپنی فتنہ انگیزیوں کا ہدف بنایا۔ تاکہ آپ ﷺ کی عائلی زندگی میں بے چینی پیدا کرکے اشاعتِ دین کی راہ میں رکاوٹ

www.KitaboSunnat.com

ڈال دی جائے۔ گو یہ محاذ بڑا مستحکم تھا، لیکن بشری تقاضوں کے تحت بعض اوقات غلط فہمیاں پیدا ہوئیں اور وقتی طور پر نبی کریم ﷺ اور اُمہات المؤمنین کی دل آزاری کا موجب بنیں۔

چنانچہ واقعاتِ تحریم، اِیلائ، تخییر اور واقعہ اِفک (ان کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے) وہ واقعات ہیں جو وقتی ناخوشگواری کا باعث بنے، لیکن ذاتِ آفرید گار کے کرم اور ہادیٔ جہاں کی فراست سے ذرّیتِ ابلیس کو ناکامی ہوئی۔

....

آج کی عورت کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی ذاتِ اقدس میں رہنمائی کا سامان موجود ہے، کیونکہ آج کا دور اس بات کا متقاضی ہے کہ معاشرتی، اخلاقی گراوٹ کا سدباب اُسوۂ حسنہ سے کیا جائے اور معاشرتی ترقی کی راہ میں پہلی اکائی گھر ہے اور یہ عورت ہی ہے جو گھر کو جنت بنا سکتی ہے یا جہنم!!

تو کیوں نہ ہم سب حضرت عائشہ ؓ کے نقش قدم پر چلیں، کیونکہ یہ وہ مینارۂ نور ہیں جن کی شمع زندگی سے نکلنے والی کرنیں زندگی کی ہر راہ کو منور کرتی ہیں۔

میں اس کی چند مثالیں یوں پیش کروں گی:

① دنیادار ہوجانے کے بعد عورت کے اخلاق میں سب سے پہلے جس بات پر نظر پڑتی ہے وہ شوہر کی اطاعت اور اسکی رضاجوئی ہے۔ اور یہ صفت آپ ؓ میں بدرجہ اتم موجود تھی۔

② عورتیں بالعموم اِسراف کی عادی ہوتی ہیں۔ مگر حضرت عائشہ ؓ کی ذات میں قناعت کا وصف خصوصیت سے نمایاں نظر آتا ہے۔ لذائذِ دنیوی اور مال و منال کی طرف رخ بھی نہ کرتی تھیں۔

③ حضرت عائشہ ؓ خود پسندی سے متنفر تھیں۔ اس لئے تعریف کرنے والوں سے ملنے میں انہیں تامل ہوتا تھا۔

④ آپ ؓ کو غیبت اور بدگوئی سے سخت اجتناب تھا۔ ان سے مروی کسی حدیث میں کسی شخص کی توہین یا بدگوئی کا ایک لفظ بھی نہیں اور وسعتِ قلب کا یہ عالم تھا کہ اپنی سوکنوں کی

www.KitaboSunnat.com

خوبیاں خوش دلی سے بیان کرتیں۔

⑤ دل میں خدا کا خوف ہر لمحہ موجود رہتا۔ عبرت پذیری کی کوئی بات یاد آجاتی تو بے اختیار رونے لگتیں۔

⑥ فیاض اور کشادہ دل تھیں؛ مہمان نواز تھیں۔

⑦ بہت بہادر اور دلیر تھیں۔ ۲ہجری میں غزوۂ اُحد پیش آیا۔ اس جنگ میں آنحضور ﷺ کی شہادت کی جھوٹی خبر پھیل گئی۔ جسے سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دیوانہ وار میدانِ جنگ کی طرف لپکیں اور نبی اکرم ﷺ کو سلامت دیکھ کر خدا کا شکر بجالائیں۔ آپؐ کے زخموں کو دھویا، مشکیزہ سنبھالا اور زخمیوں کو پانی پلایا۔ غزوۂ خندق میں بھی قلعہ سے نکل کر میدانِ جنگ کا نقشہ دیکھا کرتیں۔ راتوں کو اُٹھ کر قبرستان چلی جاتیں۔

⑧ نہایت عبادت گزار تھیں۔ نمازِ تہجد باقاعدگی سے ادا کرتیں۔ رمضان میں تراویح کا اہتمام کرتیں، روزے رکھتیں، غلاموں پر شفقت فرماتیں، ان کو خرید کر آزاد کرتیں، آپ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد ۶۷ ہے۔

⑨ آپ رضی اللہ عنہا سادہ لباس پہنتیں، قناعت کی وجہ سے ایک ہی جوڑا پاس رکھتیں اور اسی کو دھو دھو کر پہنتیں۔

⑩ حفظ مراتب کا خاص خیال رکھتیں۔

⑪ موجودہ دور میں خواتین میں نمود ونمائش کا جو زور ہے اور حجاب سے بے زاری بڑھتی جارہی ہے، آپ رضی اللہ عنہا کے اُسوہ حسنہ کا امتیازی وصف حیا اور شرم کی پاسداری تھا، اس دور میں خواتین کو آپ کی اس صفت کی بھی پاسداری کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین!

مراجع: ① قرآنِ حکیم ② صحابیات از نیاز فتح پوری ③ تذکارِ صحابیات از طالب الہاشمی
④ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از میاں محمد سعید ⑤ سیر الصحابیات از مولانا سعید انصاری،
⑥ چار سو باکمال خواتین از طالب الہاشمی ⑦ حضرت عائشہ صدیقہ از سلام اللہ صدیقی

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور عیسائیت

محمد اسلم صدیق☆

صلیبی افواج کے زیر تسلط عراق میں مشنری سرگرمیاں

تیسرے ہزاریہ میں اُمتِ مسلمہ کو درپیش چیلنجوں کی تعداد روز افزوں ہے۔ ان میں سے خطرناک چیلنج امریکہ کا 'نیو ورلڈ آرڈر' ہے۔ اس نظام کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے وہ اپنی تہذیب و ثقافت اور اپنی تمام معاشرتی بیماریوں کو جو مغربی معاشرہ کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہیں، تمام تہذیبوں میں داخل کرنا چاہتا ہے!!

سوویت یونین کے سقوط کے بعد اسلام ہی اس کے راستہ کا سب سے بڑا پتھر ہے۔ جس کو ہٹانے کے لئے ۲۰ویں صدی کی چھٹی دہائی میں باقاعدہ عملی کاوشوں کا آغاز ہوا اور ۱۹۶۵ء میں دوسری مسکونی کانفرنس میں یہ منصوبہ بنایا گیا کہ تیسرے ہزاریہ کا استقبال اس حال میں کیا جائے کہ اسلام دنیا کے نقشے سے مٹ چکا ہو۔ اس کنونشن میں طے پایا کہ تمام چرچز کو کیتھولک روما کے تحت ایک ہی صف میں دشمن کے خلاف متحد کیا جائے اور کنونشن میں اسلام کو اپنا واحد دشمن قرار دیا گیا۔ نیز یہ طے کیا گیا کہ ۲۰ویں صدی کی آٹھویں دہائی میں بائیں بازو کی قوتوں کا قلع قمع کیا جائے گا اور ۹۰ کی دہائی میں اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے گا۔

اس کے بعد ۱۹۷۸ء میں امریکہ کے شہر کولوراڈو میں ایک اور کانفرنس منعقد ہوئی جس میں عیسائیوں کے ۱۵۰/ ایسے پادری شریک ہوئے جو تنصیری سرگرمیوں میں سپیشلسٹ تھے۔ اس کانفرنس میں ۴۰/ مقالے پیش کئے گئے، جن کا مشترک موضوع یہی تھا کہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے کیا طریقہ ہائے کار اختیار کئے جائیں؟

پورے ایشیا کو امریکی استعمار کے تحت لانے کے لئے ۱۲/ دسمبر ۲۰۰۲ء کو واشنگٹن کے ایک تھنکرز فورم کے سامنے امریکی وزیر خارجہ کولن پاول نے ایک منصوبہ پیش کیا جس کو 'امریکی مشرقِ وسطی شراکت برائے جمہوریت و ترقی' کا ایک پرفریب نام دیا گیا۔

اس منصوبہ میں ایشیا اور خصوصاً عرب ممالک کو دہشت گردوں کا اصل گڑھ قرار دیا گیا اور خاص طور پر جمہوری اقدار کے فقدان، آبادی میں غیر منظم اضافہ اور 'فاسد' نظامِ تعلیم کو اس نام نہاد

☆ خریج جامعہ لاہور الاسلامیہ، رکن شعبۂ ترجمہ مجلس التحقیق الاسلامی

www.KitaboSunnat.com

دہشت گردی کی جڑ قرار دیا گیا۔اور اس مزعومہ مرض کے لئے جو علاج تجویز کیا گیا، وہ امریکہ کی استعماری سوچ کا واضح آئینہ دار ہے کہ مختلف عرب ممالک میں ایسے تعلیمی ادارے قائم کئے جائیں جو مغربی اقدار پر مبنی امریکی نظام تعلیم کے حامل ہوں اور ان اداروں کے اساتذہ امریکی جامعات کے تربیت یافتہ ہوں۔ پھر مغربی تہذیب میں رنگی ہوئی اس پود کو اہم سیاسی و حکومتی عہدوں پر پہنچنے میں مدد دی جائے تا کہ مستقبل میں وہ امریکی پالیسیوں کے کل پرزے بن سکیں۔

نیز امریکی وزارت خارجہ کی زیر نگرانی امریکی کتب کا ترجمہ کرکے خطے کے مرکزی اداروں تک پہنچایا جائے اور طے شدہ پروگرام کے تحت ان ممالک کے زیادہ سے زیادہ افراد کو امریکہ میں سیاسی ،اقتصادی ،معاشرتی اور تعلیمی تربیتی کورس کروا کر واپس ان کے ملک بھیجا جائے۔ عرب خواتین کو سیاسی اور اقتصادی خصوصاً پارلیمنٹ میں نمایاں نمائندگی کے لئے کمیشن اور کمیٹیاں تشکیل دی جائیں۔ واضح رہے کہ اس منصوبہ کو۲۰۰۶ء تک مکمل کرنے کے لئے ۲؍ارب ڈالر کا بجٹ مختص ہوا ہے۔

اس پروگرام کو نافذ کرنے کے لئے خطے کے ممالک کو چار گروپوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

① سعودی عرب اور مصر کی حکومتوں سے تعرض نہ کرتے ہوئے اُنہیں امریکہ کی زیر نگرانی مندرجہ بالا اصلاحات کو خود نافذ کرنے کا پابند بنایا جائے گا۔ عراق، شام، لیبیا اور ایران جیسے ممالک میں عسکری قوت کے بل بوتے ان اصلاحات کو نافذ کیا جائے گا۔

عراق پر قبضہ اس استعماری تسلسل کا نقطہ آغاز تھا۔ اب اس کے بعد شام، لیبیا اور ایران پر جارحیت کے لئے منصوبہ سازی ہو رہی ہے۔

② بحرین، کویت، مراکش اور تیونس وغیرہ جیسے جو ممالک ان اصلاحات پر عمل پیرا ہیں، اُنہیں دیگر ممالک کے لئے بہترین مثال بنایا جائے گا۔

③ قطر، اُردن اور یمن جیسے ممالک جو عملاً امریکہ کے حلیف بن چکے ہیں، وہ ہر امریکی پروگرام کو نافذ کرنے کے پابند ہوں گے۔ وہ اندرونی معاملات یا قومی مختاری میں مداخلت جیسی اصطلاحوں کو آڑ نہیں بنا سکتے۔☆

ان تمام مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے مغربی طاقتوں نے ایک طرف عسکری میدان

☆مزید تفصیل کیلئے دیکھئے:'عالم اسلام کیلئے امریکی منصوبے' از عبدالغفار عزیز، ترجمان القرآن، مارچ ۲۰۰۳ء منصوبے کے مکمل متن کے عربی ترجمہ کے لئے ملاحظہ ہو: ویب سائٹ www.closboa.com

www.KitaboSunnat.com

سجایا۔ جس کا مقصد مسلمانوں کے تمام وسائل پر قبضہ کے ذریعے دنیا پر عملاً حکمرانی کا راستہ ہموار کرکے مغربی تہذیب کو تمام دنیا پر غالب کرنا تھا۔ پھر اس عسکری برتری کی چھتری تلے مشنری اداروں اور این جی اوز کا جال پھیلایا، جس کا کام عسکری جارحیت زدہ مفلوک الحال مسلمانوں کو تعلیم، صحت، خوراک ، لباس اورانسانی ہمدردی کے پس پردہ مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگنااور مقدس تبلیغ کے ذریعے مسلمانوں کو عملاً عیسائی بنانا تھا۔

تنصیری تحریک اور اس کے مشنری اداروں کا یہ کردار اب کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ مغربی جامعات میں متعدد تحقیقی مقالے اسی حقیقت کا بین ثبوت ہیں!!

۱۹۷۶ء میں سوئٹزرلینڈ میں شمباسی Chambasy کے مقام پر ورلڈ کانگریس آف جنیوا اور اسلامک فاؤنڈیشن لسٹر کے تحت جو کرسچین مسلم مشاورت ہوئی تھی، اس کے اعلامیہ کا یہاں تذکرہ مناسب رہے گا، جس میں مشنری اداروں کے اس گھناؤنے کردار کا اعتراف چوٹی کی عیسائی مشنری قیادت نے ان الفاظ میں کیا تھا:

> "مسیحی شرکا اپنے مسلمان بھائیوں سے ان زیادتیوں پر ہمدردی کا اعلان کرتے ہیں جو مسلم دنیا کے ساتھ نوآبادکاروں اور ان کے شرکاے جرم کے ہاتھوں ہوئی ہیں۔ کانفرنس آگاہ ہے کہ مسلم عیسائی تعلقات بے اعتمادی، شبہات اور خوف سے متاثر ہوئے ہیں۔ اپنی مشترکہ بھلائی کے لئے تعاون کرنے کے بجائے مسلمان اور عیسائی ایک دوسرے سے اجنبی اور علیحدہ رہے ہیں۔ استعمار کی ایک صدی کے بعد جس کے دوران بہت سے مشنریوں نے جانتے بوجھتے یالاعلمی میں نوآبادیاتی طاقتوں کے مفادات کی خدمت کی، مسلمان عیسائیوں سے تعاون میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں جن سے وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کے آلہ کار کے طور پر لڑے۔ گو کہ ان تعلقات میں نیاورق اُلٹنے کا وقت یقیناآ گیا ہے، لیکن مسلمان اب بھی قدم اٹھاتے ہوئے رکتے ہیں، کیونکہ مسیحی اداروں کے بارے میں ان کے خدشات موجود ہیں۔ اس کی وجہ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ بہت سی مسیحی مشنری خدمات کو آج بھی ناپسندیدگی کا حامل قرار دیا جاتا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کی جہالت، تعلیم، صحت، ثقافتی اور معاشرتی خدمات کی ضرورت، مسلمانوں کے سیاسی بحران اور دباؤ، ان کی معاشی محتاجی، سیاسی تقسیم، عمومی کمزوری اور زدپذیری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مقدس تبلیغ کے علاوہ دوسرے طریقوں سے بھی عیسائی آبادی میں اضافہ کیا۔ ان میں سے بعض خدمات کے بارے میں حال ہی میں معلوم ہونے والی اس بات نے کہ ان کے رابطے بڑی طاقتوں کی خفیہ ایجنسیوں سے ہیں، پہلے سے موجود خراب صورتِ حال کو مزید خراب کردیا ہے۔ کانفرنس خدمات کے اس طرح

www.KitaboSunnat.com

کے غلط استعمال کی سختی سے مذمت کرتی ہے۔ (کانفرنس کی روداد، جلد IXV، اکتوبر ۱۹۷۶ئ)

(تعلیم اور سامراجی یلغار، از پروفیسر خورشید احمد، ترجمان القرآن اپریل ۲۰۰۳ئ)

اس اعلامیہ سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایک طرف مشنری تحریک مسلمانوں سے مشنری اِداروں کی طرف سے کی گئی زیادتیوں پر ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے برادرانہ تعلقات کی خواہاں ہے، تاکہ منافقت کے اس پردہ میں زیادہ مؤثر انداز میں اپنے مقاصد کو بروئے کار لایا جاسکے اور دوسری طرف وہ برملا اپنی مشنری سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔

آج ایک دفعہ پھر مغربی سامراج دنیا کے وسائل پر قبضہ کے ذریعہ پوری دنیا خصوصاً مسلم ممالک پر عملاً حکمرانی اور اپنی تہذیب کو غالب کرنے اور عظیم تر اسرائیل کے منصوبے کو پروان چڑھانے کے لئے اپنے تمام لاؤ لشکر میدان میں اُتار کر دوبارہ صلیبی جنگوں کا آغاز کرچکا ہے۔ پہلے وسطی ایشیا کے قدرتی وسائل کی طرف ہاتھ بڑھانے کے لئے افغانستان کے لاکھوں بے گناہ افراد پر قیامت بپا کی گئی۔ پھر عراق جو سعودی عرب کے بعد دنیا کے سب سے بڑے تیل ذخائر کا حامل ہے، جس کی مقدار تقریباً ۱۲۰۰/ ارب بیرل ہے، ان ذخائر پر قبضہ کرلیا۔ جس میں دیگر مالی مفادات کے علاوہ معروف تحقیقاتی رپورٹ رابرٹ ڈرینس کے بقول یہ مفاد بھی پیش نظر تھا کہ "اگر ہم عراق پر قبضہ کرلیں تو قطر و بحرین پر قبضہ کے بعد سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات پر قبضہ آسان ہوگا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے عراق میں آتش وآہن کی بارش میں لاکھوں بے گناہ جانوں کو آگ اور خون کا غسل دیا گیا۔ ۳۲ دن تک جدید ترین اسلحہ، کروز اور ڈیزی کٹر جیسے ہلاکت خیز بموں سے خونِ مسلم کی ارزانی کی سقوطِ بغداد کی تاریخ ایک دفعہ پھر دہرائی گئی۔ اور اب ایسے تمام ممالک کو انجامِ بد سے دوچار کرنے کے منصوبے بن رہے ہیں جو امریکی اور برطانوی سامراج کے مقاصد کے سامنے مزاحم ہوسکتے ہیں۔

مغربی تہذیبی یلغار کو زیادہ مؤثر کرنے اور مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے اس عسکری محاذ کی چھتری تلے ایک فکری محاذ بھی افریقہ اور ایشیا کے ترقی پذیر ممالک میں اپنے گھناؤنے اقدامات میں پوری تندہی کے ساتھ سرگرم ہے۔ دونوں محاذوں کے تھنک ٹینکس کے آپس میں گہرے روابط ہیں۔ جہاں عسکری یلغار ہوتی ہے وہاں فوراً بعد فکری یلغار کا آغاز کردیا جاتا ہے۔

مشنری سرگرمیاں؛ مقبوضہ عراق میں

محدث کے شمارہ جنوری ۲۰۰۴ء میں افریقہ میں مشنری سرگرمیوں کی ایک تفصیلی رپورٹ

www.KitaboSunnat.com

پیش کی گئی تھی۔ اس مضمون میں عراق میں مسلم تہذیب کو انجام تک پہنچانے کے لئے عیسائی مشنری تحریک کے کردار کو زیر بحث لایا جارہا ہے کہ وہ کس طرح انسانی ہمدردی اور دادرسی کے پردہ میں مسلمانوں کو عیسائی بنانے کا گھناؤنا کھیل رہی ہیں۔ اور کس طرح بڑے بش کی بات کو عملی جامہ پہنایا جارہا ہے جو اس نے ۱۹۹۱ء میں امریکی عراقی جنگ میں کہی تھی کہ "اب عراق کی راکھ پر ایک نئی تہذیب کی بنیاد رکھی جائے گی۔"

درج ذیل معلومات سعودی عرب سے شائع ہونے والے عربی ہفت روزہ 'الدعوة' [شمارہ مئی، جون ۲۰۰۳ء] کے واشنگٹن اور قاہرہ کے نمائندگان کی رپورٹوں سے ماخوذ ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کا منصوبہ عراق پر اتحادی یلغار کے منصوبے کے ساتھ ہی طے پا گیا تھا۔ اور عراق پر اتحادی افواج کے غاصبانہ تسلط سے قبل تنصیری تنظیمیں اپنا کردار ادا کرنے کے لئے عراقی حدود پر منتظر کھڑی تھیں کہ شاید وہ کفرواسلام کے اس معرکہ میں کامیاب ہوجائیں، جہاں ڈیزی کٹر بم ناکام ہوگئے ہیں۔ عراقی حدود پر مشنری تنظیموں کی اس قدر بھرپور تیاری یہ ظاہر کرتی تھی کہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے فکری یلغار کی منصوبہ بندی بھی عسکری یلغار کی طرح پہلے سے ہی کرلی گئی تھی، تاکہ آتش وآہن کی جنگ کے فوراً بعد عقیدہ وایمان کی جنگ کا آغاز کیا جاسکے اور عسکری، اقتصادی اور فکری تمام محاذوں پر مسلمانوں کو امریکہ کا دستِ نگر بننے پر مجبور کردیا جائے۔ انسانی ہمدردی اور مصیبت زدہ معاشرہ کی دادرسی کے پردہ میں یہ مشنری تنظیمیں مسلمانوں کو حلقہ بگوشِ عیسائیت کرنے کا گھناؤنا کردار ادا کررہی ہیں۔ انہی میں سے بعض تنظیموں نے اپنے اوپر اقوامِ متحدہ کے نام کا خول بھی چڑھا رکھا ہے۔

جذبہ ہمدردی اور انسانی دادرسی کے پردہ میں عراق کو عیسائی اسٹیٹ بنانے کی سازش

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں عیسائی فرقہ پروٹسٹنٹ کی ایک متعصب اور بنیاد پرست تنظیم 'سانٹ مارٹن بورسن' کے سربراہ فرینکلن گراہم نے اتحادی افواج کے عراق پر حملہ سے قبل انٹرنیٹ ویب سائٹ پر اس بات کا برملا اظہار کردیا تھا کہ ہماری تنظیم عراق میں داخل ہونے کے لئے سرحدوں پر کھڑی کسی موقع کی منتظر ہے۔ امریکی ویب سائٹس کے مطابق گراہم ایک مذہبی آدمی ہے جو ہر وقت مسلمانوں کے درمیان فتنہ اور شرانگیزی کے لئے سرگرم رہتا ہے۔ حتیٰ کہ خود مسیحیوں کا بھی یہی خیال ہے کہ یہ ایک انتہاپسند مذہبی آدمی ہے جس نے گیارہ ستمبر کے واقعہ کے بعد اسلام اور مسلمانوں کو شدید تنقید اور سب وشتم کا نشانہ بنایا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اس نے تنظیم کے ہیڈ کوارٹر 'بون' جو کہ متحدہ امریکہ کی ریاست ساؤتھ کیرولینا South Carolina کا ایک مشہور شہر ہے، سے ریڈیو سٹیشن سے ان خیالات کا اظہار کیا:

''ہمارے مشنری گروپ تنصیری مہم کی سرپرستی کے لئے عراق کی طرف متوجہ ہو چکے ہیں، جن کا مقصد عراق پہنچ کر عراقیوں کو بچانا ہے اور عیسائی ہونے کے ناطے ہم یہ کام یسوع مسیح ؑ کے نام پر کر رہے ہیں۔'' اس نے مزید یہ کہا کہ

''میرا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ جب ہم اپنے کام کا آغاز کردیں گے تو عنقریب خدا ہمیں ضرور ایسے مواقع فراہم کرے گا کہ ہم دوسروں کو خدا کے بیٹے یسوع مسیح کے بارے میں بتا سکیں۔''

اس نے بارہا دفعہ یہ کہا کہ

''اسلام امن و سلامتی نہیں، بلکہ تشدد کی تعلیم دیتا ہے۔''

گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعہ کے دو ماہ بعد ٹیلیویژن چینل NBC پر گفتگو کرتے ہوئے اس نے کہا: ''اسلام ایک فسادی اور شریر مذہب ہے۔''

امریکی قیادت، خصوصاً صدر جارج بش کے ساتھ بھی فرینکلین گراہم کا گہرا رابطہ ہے۔ ان کے مختلف پروگراموں میں یہ باقاعدہ شریک ہوتا ہے۔ ایک امریکی عہدہ دار نے ایک نیا عہدہ سنبھالنے پر پارٹی دی تو فرینکلین گراہم نے اس کے اختتام پر دعا کروائی۔

جنگ سے قبل اس تنظیم کے ایک رکن ہیفنگیز بشت کندی نے کہا تھا کہ

''ایک مشنری گروپ عموماً سات افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔ جبکہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے اندر اور باہر اس تحریک کے ۱۶ ملین پیروکار موجود ہیں۔ یہ تنظیم ایک عرب ملک میں بہت بڑے گودام کی مالک ہے اور اس نے خیراتی سازوسامان کا ایک بہت بڑا ذخیرہ وہاں جمع کرلیا ہے اور اب وہ اس سامان کو عراق منتقل کرکے عراقی شہروں اور دیہاتوں میں تقسیم کرے گی۔''

اس نے مزید یہ کہا کہ

''ہم اس حقیقت کو چھپانے کی کوشش نہیں کرتے کہ ہمارا ادارہ بلاشبہ ایک مسیحی مشنری ادارہ ہے۔ لیکن کسی اسلامی ملک میں مشنری کام کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔ ہمیں امید ہے کہ عراق میں موجود مسیحیوں کا ایک بہت بڑا گروہ مستقبل میں ہمارے ساتھ تعاون میں ایک اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔'' رفاہی اُمور کے حوالہ سے ہیفن نے کہا کہ

''ہم بغداد، بصرہ اور عراق کے تمام علاقوں میں پہنچیں گے۔ ہم روزانہ دس ہزار سے زائد افراد کو کھانا مہیا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ کئی گروپ وہاں ہمہ وقت نئے نئے محاذ کھولنے کیلئے متحرک ہوں گے۔ جہاں نیا محاذ کھلے گا وہاں فوراً ایک اور مشنری گروپ بھیج دیا جائے گا۔''

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ کا منصوبہ

Islam.com ویب سائٹ نے ذکر کیا ہے کہ دو امریکی مشنری تنظیموں نے یہ اعلان کیا ہے کہ ہم کئی ایسے گروہ تشکیل دے رہے ہیں جو حالیہ جنگ کے اختتام پر عراق میں داخل ہو کر وہاں کے باشندوں میں دین مسیح کی نشرواشاعت کا فریضہ انجام دیں گے۔

حر نامی ایک مترجم نے کہا کہ

"ہماری ان تنظیموں نے تبشیری لٹریچر کو انگلش سے عربی میں منتقل کرنے کے لئے مترجمین کے متعدد گروہ تشکیل دیئے ہیں اور ایشیا کے کئی ممالک اس تبشیری لٹریچر کا ہدف ہوں گے۔"

ان دونوں تنظیموں نے واشگاف الفاظ میں کہا ہے کہ ہمارا اوّلین مقصد عراقی عوام کو کھانا، رہائش اور دیگر ضروریات زندگی مہیا کرنا اور ۹۸ فیصد مسلم آبادی کے درمیان عیسائیت کی تبلیغ کرنا ہے۔

اوکلوہاما سالانہ معمدانی جنوبی کانفرنس میں شعبہ حادثات کے ڈائریکٹر سام بوٹرن نے اعلان کیاہے کہ یہ تنظیم عراق میں رفاہی اُمور کی انجام دہی کے لئے ہمہ وقت خدمات انجام دیتی ہے اوریہ انسانیت کی عظیم خدمت کے علاوہ خدا کی محبت کو پھیلانے کا ایک اہم موقعہ بھی ہے۔انٹرنیشنل مشنری کمیٹی جو 'مؤتمر معمدانی جنوبی' کی ذیلی تنظیم ہے، کے ترجمان نے کہا کہ

"آج عراقی باشندوں کی جسمانی ضروریات کے متعلق گفتگو آخر کار عراقی باشندوں کی ہمارے مذہب کے بارے دلچسپی پر منتج ہو گی۔"

اسی حوالہ سے امریکہ میں اسلامی تعلقات عامہ کی کمیٹی کے ترجمان جناب ابراہیم ہارون نے کہا کہ فرینکلین گراہم کا یہ واضح عقیدہ ہے کہ عراق کے خلاف جنگ دراصل اسلام کے خلاف جنگ ہے۔ انہوں نے عراق میں انسانیت کی خدمت کی کوششوں میں فرینکلین کی شرکت کا یہ کہتے ہوئے انکار کیا ہے کہ

"ایسا شخص جواسلام کو دین شریر قرار دیتا ہے، اس سے قطعاً خیر کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ عراق کی طرف اس کی توجہ کا مقصد وہاں عیسائیت پھیلانا ہے۔"

سینکڑوں عیسائی مشنری عراقی شہروں میں گھس گئے!

اتحادی قوتوں کے ہاتھوں صدام حسین اور بعث پارٹی کی حکومت کے خاتمہ کے بعد عراق شدید مشکل اور مضطرب حالات سے دوچار ہے۔ سارا نظام اور سرکاری ادارے شکست وریخت کا شکار ہیں۔ ہر طرف اتحادی فوجیں دندناتی پھر رہی ہیں۔اتحادی افواج اپنے تمام تر دعوؤں

www.KitaboSunnat.com

کے باوجود تاحال قیامِ امن میں ناکام رہی ہیں، اُلٹا عراقی عوام کو صدام سے نجات دلانے کے دعوے کرنے والا امریکہ آج انہیں کے سینوں پر گولیوں کی بارش کررہا ہے۔ اقتصادی اور معاشی حالات انتہائی دگردوں ہیں۔ ہسپتال اور صحت کے مراکز کی بدترین حالت، لباس، غذا اور صحت کی بنیادی سہولتوں سے محرومی نے عراق کے اجتماعی حالات کو بدترین بنادیا ہے۔

تنصیری گروہ جو سقوطِ بغداد سے قبل اور بعد اس پوری صورتِ حال کی مسلسل نگرانی کررہے تھے اورانہوں نے سقوطِ بغداد سے قبل ہی انسانی ہمدردی اور دادرسی کے پردہ میں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے عراق میں داخل ہونے کے تمام سامان مکمل کر لئے تھے۔ اب وہ دھڑا دھڑ عراق میں داخل ہو رہے ہیں۔ اب وہ حکومتی اہلکاروں سے برملا کہتے ہیں کہ ہم عراقی باشندوں کو عیسائی بنانے جارہے ہیں۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی تمام پروٹسٹنٹ تنظیموں نے اب اپنے اس خبثِ باطن کو ننگا کردیا ہے۔

اس کا اندازہ فرینکلین گراہم کے اس بیان سے کیا جاسکتا ہے کہ

''امریکی اور برطانوی افواج کے غلبہ کے بعد ہمارا تنصیری عمل بڑی تیزی سے شروع ہوچکا ہے''

اس نے واضح الفاظ میں کہا :

''ہماری تنصیری جدوجہد کا ابھی یہ پہلا مرحلہ ہے۔ اب ہمیں کوئی اس کام سے روک نہیں سکتا۔ اب ہمیں کسی کے سامنے کوئی وضاحت پیش کرنے کی ضرورت ہے، نہ ہم امریکی اور برطانوی افواج کے محتاج ہیں۔''

پروٹسٹنٹ فرقہ کی دو بہت بڑی تنظیموں 'مؤتمر معمدانی جنوبی' اور 'سانٹ مارٹن بورسن' کے علاوہ کئی دیگر مشنری تنظیموں نے عراق میں پھیلی ہوئی سیاسی اور اقتصادی ابتری، غربت، بیماری، شدتِ بھوک اور پیاس میں بلکتے بچوں کے والدین کی بے بسی جیسی صورت حال سے فائدہ اٹھا کر انسانی ہمدردی کی آڑ میں عراقی باشندوں کو عیسائی بنانے کا گھناؤنا عمل انتہائی تیز کردیا ہے۔

اس کے علاوہ عراق کے پروٹسٹنٹ، آرتھوڈکس اور کیتھولک چرچز بھی تبشیری سرگرمیوں میں نہایت تندہی سے مصروفِ عمل ہیں۔

تبشیری سرگرمیوں میں مصروفِ عمل تین گروہ

اس وقت جو عیسائی تنظیمیں، مشنری ادارے اور این جی اوز مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں سرگرم عمل ہیں، ان میں بنیادی طور پر تین طرح کے لوگ شامل ہیں :

www.KitaboSunnat.com

پہلی قسم: ان فوجیوں پر مشتمل ہے جو اتحادی افواج کے ٹینکوں پر سوار ہو کر عراق میں داخل ہوئے۔ انہیں امریکی اور برطانوی قیادت و سیادت کی حمایت اور پشت پناہی حاصل ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی قیادت مؤتمر معمدانی جنوبی اور فرینکلین گراہم انسٹیٹیوٹ کر رہا ہے۔

دوسری قسم: ان تنصیری اداروں پر مشتمل ہے جنہیں عراق میں مقیم مسیحی اقلیت کی پشت پناہی حاصل ہے، خصوصاً بصرہ اور کرکوک کے علاقے جو عیسائی فرقہ آشوریہ' کا مرکز ہیں۔ ترکمانیوں سمیت ان کی تعداد ۵ فیصد سے زائد نہیں ہے اور یہ لوگ پروٹسٹنٹ، کیتھولک اور آرتھوڈکس مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ انگریزی استعمار انتظامی معاملات کے سلسلے میں ہمیشہ ان پر انحصار کرتا رہا ہے یا ان یہودیوں پر جو عراق میں آباد ہیں۔

۱۹۴۸ء تک ان یہودیوں کی تعداد ایک لاکھ اٹھارہ ہزار سے زائد تھی، جن میں سے ۷۷ ہزار یہودی صرف عراق کے دارالحکومت بغداد میں آباد تھے۔ ملکی معیشت، بنکوں اور مارکیٹ شیئرز پر ان کا تسلط تھا۔ ۱۹۴۸ء میں صہیونی ریاست کے قیام کے بعد یہ لوگ عراق چھوڑ کر چلے گئے۔ صرف گنتی کے چند یہودی باقی رہ گئے تھے جن کی تعداد ۵۰ سے متجاوز نہ تھی۔

تیسری قسم: 'بین الاقوامی چرچز کمیٹی' کی ہے، جو طبی اور غذائی امداد کے پردے میں عیسائیت کا پرچار کررہی ہے۔ عراق کے موجودہ حالات، طبی سہولتوں کی ناگفتہ بہ حالت، بھوک اور پیاس سے بلک بلک کر جان دینے والے بچوں کی کثرت جو پہلے ۸ فیصد تھی، ۲۰۰۲ء کی مردم شماری کے مطابق یہ تعداد بڑھ کر ۳۴ فیصد ہو گئی۔ اس کے بعد اس میں مزید اضافہ ہوا اور صدام حکومت کے خاتمہ کے بعد بچوں کی شرحِ اموات میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ ان تمام حالات سے فائدہ اٹھا کر مشنری ادارے لوگوں کو عیسائی بنانے کی سرتوڑ کوششیں کررہے ہیں۔

تنصیری تنظیموں کو درپیش مسئلہ

ایک شدید مشکل جو ان تنصیری اداروں کے لئے سدِراہ بنی ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ عراق کی ۹۵٪ آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اسلامی بیداری روز بروز بڑھ رہی ہے، سامراج کے تسلط کے خلاف جہادی روح بیدار ہورہی ہے، اسلامی نشاۃِ ثانیہ کی اس لہر نے مساجد کو عراقیوں کا مرکز بنا دیا ہے۔ وہ اپنے دین اور عقیدہ پر فخر کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں انہیں اسلام سے برگشتہ کرنا خاصا دشوار ہے۔ لیکن خطرہ یہ ہے کہ کہیں مسلمان پھوٹ اور انتشار کا شکار نہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائیں اور امریکی اور برطانوی سامراج کی آلہ کار حکومت عراقی عوام پر مسلط نہ ہو جائے۔

عراق کی آبادی ۲۶ ملین سے زائد ہے جن میں ۶۰ فیصد شیعہ اور ۳۵ فیصد سنی ہیں یعنی کل آبادی کا ۹۵ فیصد مسلمان ہیں، باقی پانچ فیصد آشوری اور ترکمان' ہیں۔

عراقی معاشرہ میں ۸۰ فیصد عرب اور ۱۵ فیصد کرد ہیں۔ باقی ترکمان ہیں یا آشوری اور ان کے ساتھ معمولی سی تعداد ارمنوں کی ہے۔یہ تمام عیسائی گروہ عراق میں حکومت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ ارمن انتہائی قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود ۹۸ فیصد عراقی معاشرہ پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔اور اپنے استحکام کے لئے آرمینیا سے توقعات وابستہ کئے بیٹھے ہیں۔ آرمینیا کا چرچ عراقی اور ترکی ارمنوں کے استحکام کے لئے برملا اپنا کردار ادا کررہا ہے۔ اسی طرح آشوری بھی اپنی الگ مملکت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ادھر ترکی کی ترکمانوں کے لئے حمایت بھی کسی سے مخفی نہیں ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ عراق کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کے منصوبے پر بڑی تیزی سے پیش رفت کررہا ہے۔

اس مذہبی قومی اور علاقائی صورتِ حال نے عراق کے داخلی حالات کو اور زیادہ پیچیدہ اور گھمبیر بنادیا ہے اور چرچز کو ان حالات سے فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کردیا ہے۔

اگرچہ پروٹسٹنٹ، کیتھولک، آرتھوڈکس فرقوں کے درمیان بھی بہت گہرے اختلافات ہیں جس کی وجہ سے وہ باہم برسرپیکار اور دست و گریبان رہتے ہیں۔ لیکن اسلام کے خلاف محاذ آرائی میں یہ باہم متحد ہیں۔ اور بڑے بڑے شہروں میں ادارے قائم کرکے قبضہ کی کوشش جس کا مقصود مذہبی اور قومی تعصّبات کو ہوا دینا ان مشنریوں کے انتہائی خطرناک اور گھناؤنے کردار کی غمازی کرتا ہے۔

درج ذیل ادارے خاص طور پر تبشیری لٹریچر کے ذریعے عیسائیت کا پرچار کررہے ہیں:

'کتابِ مقدس انٹر نیشنل تنظیم': امریکی اخبار 'نیوز ویک' نے امریکی چرچز کے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے منصوبوں سے پردہ اُٹھایا ہے اور ایک تفصیلی رپورٹ میں کہا ہے کہ اس تنظیم نے عربی زبان میں ۱۰ ہزار پمفلٹ عراق بھیج کر تقسیم کئے ہیں، جن کا عنوان یہ تھا کہ ''یسوع مسیح امن و سلامتی کے علمبردار ہیں۔''

نیز رپورٹ میں یہ بتایا گیا تھا کہ یہ تنظیم مزید ۴۰ ہزار نسخے تیار کرنے کا عزم رکھتی ہے، ان

www.KitaboSunnat.com

کے علاوہ انگریزی زبان میں ان پمفلٹوں کی تعداد ناقابل شمار ہے۔

اس جمعیت نے اپنے ان ذیلی رفاہی اداروں کے نام شائع نہیں کئے جو عراق میں ان کتابوں کی تقسیم کا کام انجام دیں گے۔

'مسیحی متحدہ محاذ': مشہور تنظیم 'مسیحی متحدہ محاذ' کے ترجمان رابرٹ فیزرلین نے کہا کہ

''عنقریب عیسائی مبلغین تک یہ پیغام پہنچ جائے گا کہ وہ مسیحی چرچ کے تحت اپنی مشنری سرگرمیاں انجام دیں گے۔''

اس کا مطلب یہ تھا کہ لفظ تنصیر (لوگوں کو عیسائی بنانا) انتہائی بدنام ہوچکا ہے، لہٰذا ہمیں اس مسئلہ سے نپٹنے کے لئے انتہائی محتاط رہنا ہوگا۔

'انٹرنیشنل تنصیر کمیشن': کمیشن کے ترجمان مارک گیلیلی نے واضح الفاظ میں یہ کہا کہ

''عراق میں کتاب مقدس کے نسخوں کی ترسیل کا کام عنقریب پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔''

اس سے اس کا اشارہ کمیٹی کی طرف سے عراق میں بھیجے جانے والے خوراک کے ان پیکٹوں کی طرف تھا جن پر کتابِ مقدس کی تعلیمات درج ہیں۔

شمالی عراق کی صورتِ حال

عراقی سرحد پر واقع ترکی کے علاقہ 'شرناق' کے ایک عہدیدار نے مشرقِ وسطیٰ کی خبر رساں ایجنسی کے نامہ نگار کو بتایا کہ حال ہی میں ۸۰۰ مشنری، کرد باشندوں کو عیسائی بنانے کے لئے شمالی عراق میں داخل ہوئے ہیں۔ نیز اس نے بتایا کہ ویٹ کنکمیٹی' نے عیسائی مشنریوں کو شمالی عراق میں منتقل کرنے کے لئے شام کے شہر حلب کو اپنا مرکز بنایا ہے، جہاں ایک بہت بڑا چرچ عیسائیت کی تبلیغ میں سرگرم ہے۔ ترکی ذرائع نے اس حقیقت سے پردہ اُٹھایا ہے کہ ترکی امن فورسز نے عراق، ترکی سرحدی علاقہ میں تورات کے ۱۰۹۸۶ نسخے ضبط کئے ہیں۔ جنہیں شامی سرحد پر واقع ترکی کی ایک بندرگاہ سے عراقی سرحد پر واقع ترکی کے شہر شرناق میں منتقل کرنے کا کام مکمل ہوچکا تھا اور اس کے بعد انہیں شمالی عراق میں پہنچانا مقصود تھا۔

نیز ترکی ذرائع نے وضاحت کی کہ سرحدی شہر سیلوبی سے شمالی عراق کے راستے میں زبور کے نسخوں کی ایک بہت بڑی تعداد قبضہ میں لیگئی ہے۔ ترک ذرائع نے مزید اشارہ کیا کہ ہارون مالول اور دانیال صدوحی جو دراصل اسرائیلی باشندے ہیں، نے ایک ایکسپورٹ کمپنی

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ زبور کے انہی نسخوں کو شرناق اور شرناق سے شمالی عراق منتقل کرنے کا معاہدہ کیا لیکن ترکی کے خفیہ حفاظتی عناصر نے زبور کے ان تمام نسخوں کو ضبط کرلیا اور اس گھناؤنے منصوبہ میں ملوث دونوں اسرائیلی باشندوں کو گرفتار کرلیا۔

عیسائیوں مشنریوں کی منصوبہ بندی اور اسے نافذ کرنے کا طریقہ کار

اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ یہ عیسائی مشنری اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے کیسے پلاننگ کرتے ہیں اور پھر اس منصوبہ بندی کو کیسے کارگاہِ عمل میں لاتے ہیں؟

نیوز ایجنسی 'ایسوسی ایٹڈ پریس' نے بتایا کہ تنصیری جماعتوں نے اپنے تئیں یہ دعویٰ کیا ہے کہ

"گیارہ ستمبر کی چیرہ دستیوں اور حالیہ جنگ کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے کشیدہ حالات کے باوجود ہم مختلف ذرائع ابلاغ کی مدد سے پہلے ہی مرحلہ میں عراق اور دیگر مسلم ممالک میں مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں کافی حد تک کامیاب رہے ہیں۔"

نیز عیسائی تنظیموں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ "آخر کار ہم مختلف مسلم علاقوں میں سینکڑوں مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔" لیکن یہ ابھی دعویٰ ہی ہے، اندرونِ عراق سے کسی صحافی یا میڈیا کے ذرائع نے اس بات کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

ایک اور نیوز ایجنسی نے بتایا کہ تنصیری جماعتوں کے ارکان دین اسلام کا بھی بہت زیادہ مطالعہ کرتے ہیں۔ اپنی کتب کا عربی زبان میں ترجمہ کرتے ہیں، تاکہ زیادہ مؤثر انداز سے مسیحی تعلیمات کو پھیلایا جاسکے۔

اور کئی مشنری تنظیمیں بعض اسلامی تعلیمات کے لبادے میں تبشیری مہم انجام دے رہی ہیں اور تبلیغ کے لئے بالکل وہی انداز اختیار کئے ہوئے ہیں جو مسلمان تبلیغِ اسلام کیلئے کرتے ہیں۔

ان تبشیری تنظیموں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ جب بھی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ مباحثہ یا مناظرہ کا موقع آئے تو وہ اپنے تنصیری حملوں کو صرف حضرت عیسیٰ کے تذکرہ پر مرکوز رکھیں کہ اسلام بھی عیسیٰؑ کو بحیثیتِ پیغمبر اور مسیحی مذہب کو بحیثیت دین کے تسلیم کرتا ہے۔

اُمتِ مسلمہ کے خلاف صلیبیوں اور ملتِ کفریہ کی یہ روز بروز بڑھتی ہوئی جارحانہ کاروائیاں اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ یہ دراصل کفر اور اسلام کی جنگ ہے اور اسلام کو دنیا کے نقشہ سے مٹانے کے منصوبہ کو پروان چڑھایا جارہا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

LRL No. 183
Vol. 36 NO. 2

Ph: 5866476
5866396

Monthly MUHADDIS Lahore

- عناد اور تعصب قوم کے لیے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں...... لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔
- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں...... لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔
- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے...... لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔
- تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔
- آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے...... لیکن

  ؎ جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے...... لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

...... اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۲۰ روپے | زرِسالانہ ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700

www.mohaddis.com